ماہ نامہ

ہمدرد

نونہال

مئی ۱۹۸۴ء

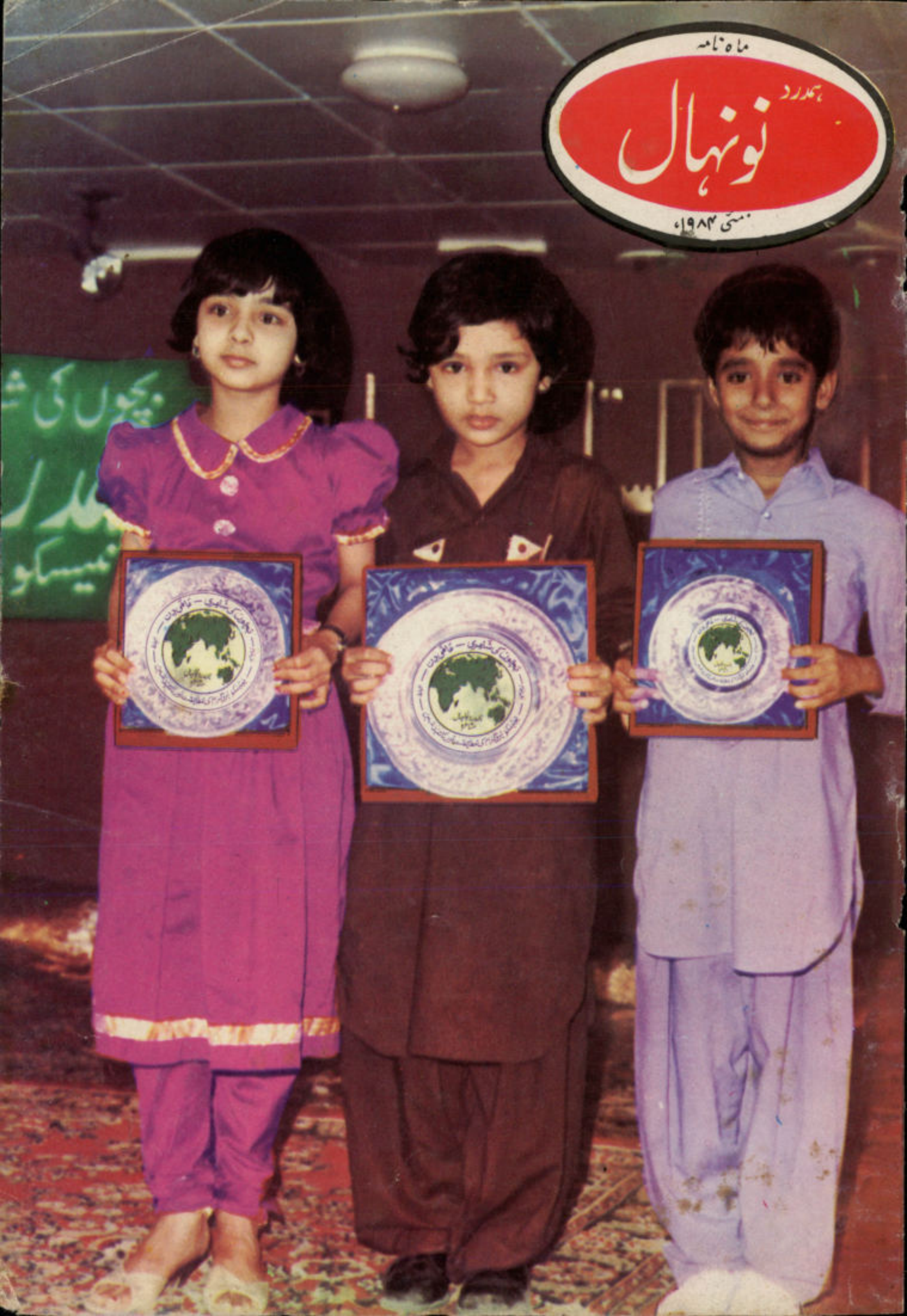

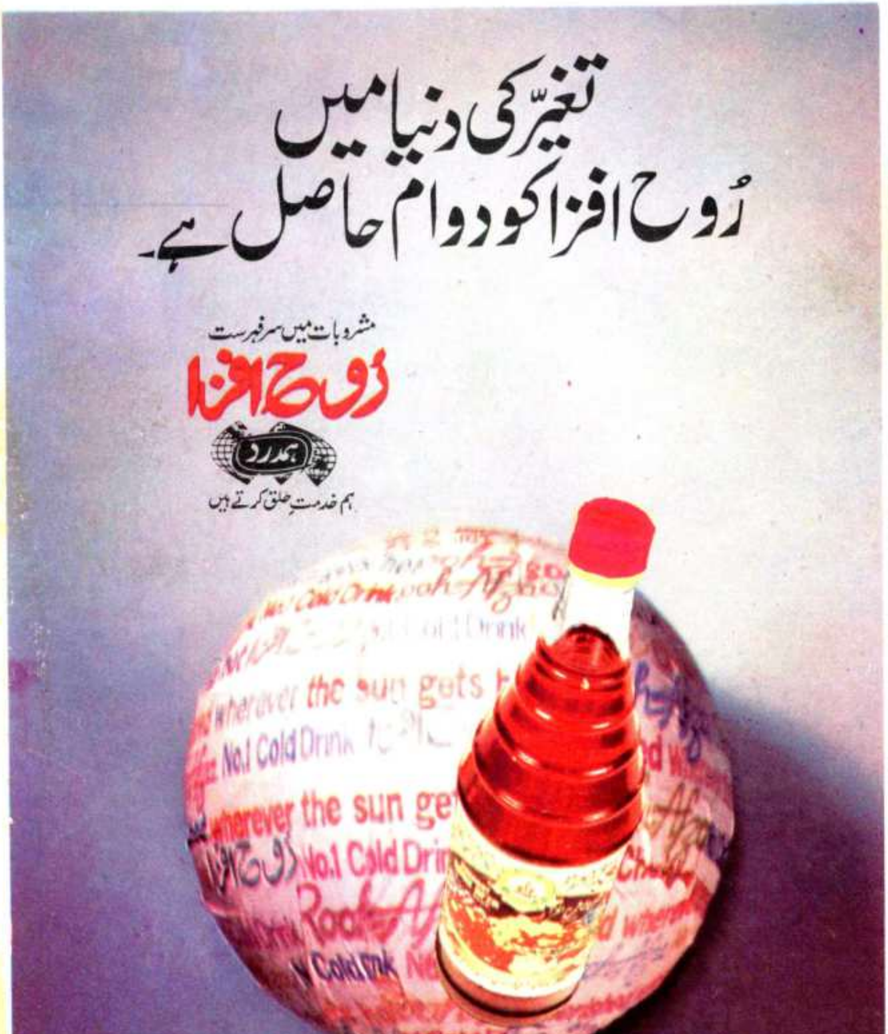

تغیّر کی دنیا میں
روح افزا کو دوام حاصل ہے۔
مشروبات میں سرفہرست
روح افزا
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
wherever the sun gets
No.1 Cold Drink
wherever the sun ge
No.1 Cold Drin

فون نمبر 616001 سے 616005 (۵ لائنیں)

ماہ نامہ
ہمدرد
نونہال

مجلس ادارت

صدر مجلس حکیم محمد سعید
مدیر اعلا مسعود احمد برکاتی
مدیرۂ اعزازی سعدیہ راشد

شعبان — ۱۴۰۴ ہجری
مئی — ۱۹۸۴ عیسوی
جلد — ۳۲
شمارہ — ۵
قیمت فی شمارہ — ۳ رُپے
سالانہ (سادہ ڈاک سے) — ۳۰ رُپے
سالانہ (رجسٹری سے): — ۶۶ رُپے

پتا:
ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ
ناظم آباد
کراچی ۱۸

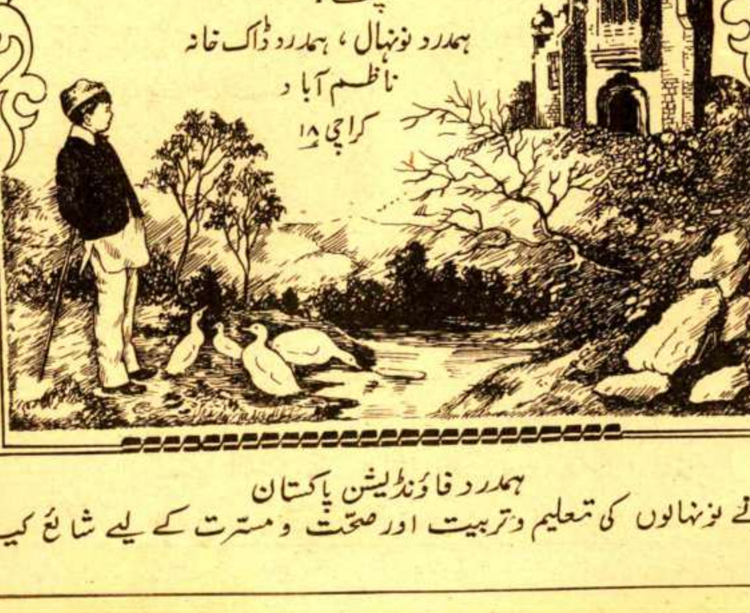

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان
نے نونہالوں کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

اس رسالے میں کیا کیا ہے

جاگو جگاؤ	جناب حکیم محمد سعید	۲
خیال کے پھول	ننھے گل چیں	۴
امانت (نظم)	جناب قمر ہاشمی	۵
اردو کی چند عظیم کتابیں	جناب احمد خاں خلیل	۷
سائنسی سوال وجواب		۱۱
تعارف (نظم)	جناب انور شعور	۱۷
جن کا جوتا اسی کا سر	جناب مناظر صدیقی	۱۸
تمھاری چال ہے	جناب علی اسد	۲۳
کارٹون	جناب مشتاق	۳۰
سبز ٹہنی	محترمہ عینیہ فرح	۳۱
طب کی روشنی میں	جناب حکیم محمد سعید	۳۵
انوکھے کھیل، دل چسپ معلومات		۳۹
اخبارِ نونہال	ننھے صحافی	۴۲
تحفے	باذوق نونہال	۴۵
ہمدرد نونہال مشاعرہ	ادارہ	۴۹
چور پر مور	جناب معراج	۷۰
ہمدرد انسائکلو پیڈیا	جناب علی ناصر زیدی	۷۹
معلومات عامہ ۲۱۷	ادارہ	۸۳
عارف پہ کیا گزری (آخری قسط)	جناب بہروز اقبال	۸۴
۵ ہزار زبانیں	ادارہ	۹۱
نونہال مصوّر	ننھے آرٹسٹ	۹۳
صحت مند نونہال	ادارہ	۹۴
مسکراتے رہو	ننھے مزاح نگار	۹۷
اس شمارے کے مشکل الفاظ	ادارہ	۹۹
سکندر اعظم	ادارہ	۱۰۱
نونہال ادیب	ننھے لکھنے والے	۱۰۳
بزم نونہال	نونہال پڑھنے والے	۱۲۱
معلومات عامہ ۲۱۵ کے جوابات	ادارہ	۱۲۷

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حُرمتی سے محفوظ رکھیں۔

اس رسالے کی تمام کہانیوں کے کردار اور واقعات فرضی ہیں۔ ان میں سے کسی کی کسی حقیقی شخص یا واقعے سے مطابقت محض اتفاقی ہو سکتی ہے، جس کے لیے ادارہ ذمّے دار نہ ہو گا۔

حکیم محمد سعید پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعاتِ ہمدرد ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

پاکستان ہمارا ہے۔ ہم پاکستان کے ہیں۔ یہ اچھا ہے تو ہماری وجہ سے ہے۔ یہ بُرا ہے تو ہماری وجہ سے ہے۔ اگر پاکستان میں کوئی خرابی ہے، کم زوری ہے، خامی ہے، کمی ہے تو اس کے ہم ذمّے دار ہیں۔ کوئی خوبی، کوئی اچھائی، کوئی بُرائی ہے تو وہ بھی ہماری ہی وجہ سے ہے، لہٰذا پاکستان کو بُرا یا اچھا کہنے سے پہلے ہمیں اپنے آپ پر نظر ڈالنی چاہیے۔ اپنا جائزہ لینا چاہیے۔ اپنے آپ میں کوئی کم زوری نظر آئے تو اس کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر ہم سب اسی طرح سوچیں اور اسی کے مطابق عمل کریں تو کچھ دن میں پاکستان میں کوئی کمی نہیں رہے گی اور ہمارا پاکستان بہترین ملک بن جائے گا۔

ہمیں کسی وقت بھی یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ اگر ہمارے وطن میں کوئی غلط کام ہو رہا ہے تو ہم کیا کریں۔ نہیں، ہم میں سے ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ میرے پاکستان میں کوئی خرابی کیوں رہے، کوئی غلط کام کیوں ہو۔ خدانخواستہ اگر پاکستان کو نقصان پہنچا یا یہاں بُرائیوں نے رواج پا لیا تو پاکستان کی شان میں فرق آئے گا اور پاکستان میرا وطن ہے، میرا پاکستان ہے، اس لیے میری شان میں فرق آئے گا۔

پاکستان کے تمام لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ چاہے وہ پاکستان کے کسی صوبے، کسی علاقے میں رہتے ہوں، کوئی زبان بولتے ہوں، کوئی لباس پہنتے ہوں۔ کسی ایک بھائی کا نقصان ہر پاکستانی کا نقصان ہے۔ لہٰذا کوئی کام کرتے وقت یہ سوچ لینا چاہیے کہ اس سے پاکستان کے کسی علاقے کو، کسی علاقے کے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ جہاں ہم اپنے لیے کام کرتے ہیں، اپنے لیے محنت کرتے ہیں، اپنے فائدے کی باتیں سوچتے ہیں وہاں پاکستان کے لیے بھی ہمیں اچھے کام کرنے چاہییں۔ اچھی باتیں سوچنی چاہییں۔

پاکستان سے محبّت کرو، پاکستان کی تعمیر کرو۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

خیال کے پھول

* حضرت عمر فاروق رض

جو شخص اپنے راز پوشیدہ رکھتا ہے وہ گویا اپنی سلامتی اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔

مرسلہ: محمد ساجد، ملک وال

* شیخ سعدی رح

انسان کی عادات میں خوش کلامی اور خلوص سب سے بڑا درجہ رکھتے ہیں۔

* خلیل جبران

میں نے بکواسیوں سے خاموشی، تشدد پسندوں سے سہولت اور درشت مزاجوں سے نرمی سیکھی ہے۔

مرسلہ: محسن رجب علی، نواب شاہ

* سقراط

اپنا وقت دوسروں کی تحریروں کے مطالعے سے اپنی لیاقت بڑھانے میں صرف کرو، اس طرح تم ان چیزوں کو نہایت آسانی سے حاصل کر سکو گے، جن کو حاصل کرنے میں دوسروں کو محنتِ شاقہ برداشت کرنی پڑی۔ مرسلہ: ناصر حسین خان، کراچی

* ارسطو

لگن کے بغیر کسی میں بھی عظیم ذہانت پیدا نہیں ہو سکتی۔

مرسلہ: محمد قیصر امام، کراچی

* گارتھ ہنریخ

دوست بنائے نہیں جاتے تلاش کیے جاتے ہیں۔

مرسلہ: شہلا اقبال، حیدر آباد

* ڈیوڈ ڈراک فیلر

اگر ضرورت ایجاد کی ماں ہے تو سوچ بچار ترقی کا باپ۔ مرسلہ: سید عزیر احمد مدنی، کراچی

* آسکر وائلڈ

بعض لوگ جہاں جاتے ہیں اپنے ساتھ خوشیاں لے جاتے ہیں اور بعض ہیں کہ ان کے چلے جانے سے خوشی ہوتی ہے۔

* لیونارڈو داونچی

مسکراہٹ، محبت کی تخلیق ہے، محبت کا اظہار ہے اور محبت کی ملکیت ہے۔ مرسلہ: ڈائمنڈ عانوائل، لاہور

* جارج واشنگٹن

میرا ہمیشہ یہ اصول رہا ہے کہ اپنے تصورات اور خاکوں کو الفاظ کے بجائے عمل کا جامہ پہناؤں۔

مرسلہ: گل خان نیازی، لانڈھی

* میرزا ادیب

ایک اچھے دوست کی یاد انسان کو سچی خوشی دیتی ہے۔

مرسلہ: فاروق یعسوب، کراچی

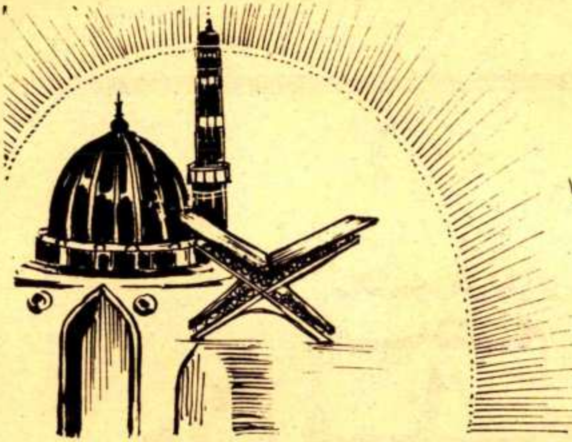

امانت

قمر ہاشمی

امانت بڑی چیز ہے دوستو! — کہانی امانت کی سُنتے چلو
خدا کی امانت ہے ہر زندگی — ہے زیبا اُسی کو فقط سَروَری
امانت ہے ہر آنکھ کی روشنی — امانت ہے ہر غم امانت خوشی
امانت وہی ہے جو لوٹائی جائے — خیانت ہے جو اس پہ قبضہ جمائے
عرب کے امیں تھے ہمارے رسولؐ — خدا نے کھلایا تھا کانٹوں میں پھول
اُنھی نے پڑھایا ہمیں یہ سبق — جو اَب اپنی تاریخ کا ہے وَرق
امانت ہے ہر راز کی بات بھی — سمجھ لو کہ یہ بات ہے اَن کہی
امانت کا رکھنا بھی ہے اِک صفت — کہ اس کے چھپانے میں ہے عافیت

مرے دوست یہ بات ہرگز نہ بھول
امانت ہے اخلاق کا اِک اصول

قائم شدہ ۱۹۴۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
اب ہم ۵۰ بِلَین سے زیادہ کا بینک بن گئے ہیں

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہیں کہ ۱۹۸۳ء بھی حبیب بینک کیلئے بے شمار کامیابیوں کا سال ثابت ہوا۔ جمع شدہ رقوم نئی بلندیوں کو چھوکر ۵۴,۹ بلین روپے ہوگیئں، منافع ۵۰۷ ملین روپے سے زیادہ اور اداشدہ و محفوظ سرمایہ ۱۸۹۹ ملین روپے ہوگیا۔

اس سال حبیب بینک نے برآمدات اور درآمدات میں نمایاں کردار ادا کیا، نفع و نقصان شراکتی کھاتوں پر معقول منافع دیا اور بیرونی ممالک سے آمدہ رقوم کی وصولی میں اہم کردار ادا کیا۔ کھاتے داروں کی تعداد بھی بڑھ کر ۵٫۷ ملین سے تجاوز کر گئی۔

۱۹۸۳ میں ہماری بیرون ملک کارگزاری بھی بہتر رہی جس میں استنبول، ترکی میں برانچ، سڈنی آسٹریلیا میں نمائندہ دفتر اور لاگوس نائیجیریا میں ہمارے ایفیلیٹ کی تین نئی شاخیں کھولنا شامل ہے۔

ہم ایک دفعہ پھر اپنے کرمفرماؤں کے شکر گزار ہیں جن کے تعاون اور اعتماد کے بغیر ہمیں یہ شاندار کامیابیاں ہرگز حاصل نہ ہوتیں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم ایک مرتبہ پھر اپنے کھاتیداروں کو آئندہ سالوں میں بہتر خدمت کرنے کا یقین دلاتے ہیں۔

حبیب بینک لمیٹڈ

PID (Islamabad)

manhattan *International*

اُردو کی چند عظیم کتابیں

احمد خاں خلیل

جب سے اردو زبان رائج ہوئی ہے اُس وقت سے لے کر اب تک لاکھوں کتابیں لکھی گئی ہوں گی، لیکن جتنی کتابیں لکھی جاتی ہیں وہ سب کی سب ہمیشہ زندہ نہیں رہتیں۔ زیادہ کتابیں ایسی ہوتی ہیں جن کی ایک خاص وقت کے بعد مانگ نہیں رہتی۔ کچھ کتابیں ایسی نکل آتی ہیں جو قبولِ عام پاتی ہیں اور گھر گھر پڑھی جاتی ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بے کار نہیں ہو جاتیں بلکہ ہر دَور میں مقبول رہتی ہیں۔ ایسی کتابیں جن سے کئی نسلیں فائدہ حاصل کرتی ہیں، ملک و قوم کا سب سے بڑا سرمایہ ہوتی ہیں۔ ایسی کتابوں کو کلاسکس کہتے ہیں۔ اردو میں بھی زندہ رہنے والی کتابوں کی کمی نہیں۔ آج ہم اردو کی چند ایسی کتابوں کا ذکر کرتے ہیں۔ یقین ہے کہ آپ نے ان میں سے جو کتابیں اب تک نہیں پڑھی ہوں گی وہ اب پڑھنے کی کوشش کریں گے۔

آبِ حیات

ایسی کتابوں میں ایک کتاب کا نام آبِ حیات ہے۔ اس کے مصنف کا نام محمد حسین آزاد ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد دہلی کے ایک معزز اور عالم فاضل شخص مولوی محمد باقر کے بیٹے تھے۔ انھوں نے اردو زبان کی بڑی خدمت کی۔ اردو زبان میں جدید شاعری کی بنیاد ڈالی۔ آبِ حیات کے علاوہ اردو قاعدہ، نیرنگِ خیال، دربار اکبری، قصصِ ہند اور سخندان پارس جیسی اعلا درجے کی کتابیں لکھیں۔ ان کی علمی خدمات کے صلے میں اس وقت کی حکومت نے انھیں شمس العلما کا خطاب دیا تھا۔ آبِ حیات میں ولی سے غالب تک اردو کے بڑے بڑے شاعروں کا تذکرہ ہے، یعنی ان کی زندگی کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ شاعروں کے کلام پر تبصرہ بھی کیا ہے اور کلام کی صرف تعریف ہی نہیں کی اس پر نکتہ چینی بھی کی ہے۔

آبِ حیات میں اردو زبان اور اردو ادب کی تاریخ بھی ہے، لیکن اب یہ تذکرے اور

تاریخ کے علاوہ فصیح زبان اور عمدہ اندازِ بیان کی وجہ سے بھی مقبول ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد موزوں لفظ چُن کر فقروں میں اس طرح پروتے ہیں کہ موتی کی لڑیاں معلوم ہوتی ہیں۔ ان کا انداز ایسا ہے جس کی نقل نہیں ہو سکی۔ ہر وہ شخص جو بہترین اردو تحریر پڑھنے کا شوق رکھتا ہے، وہ آبِ حیات ضرور پڑھتا ہے۔ اس میں قصّے اور لطیفے بھی ہیں۔

مسدّسِ حالی

مُسَدّسِ حالی دوسری کتاب ہے جو پاک و ہند کے ہر اُردو داں اور اُردو خواں گھر میں اب تک پڑھی جاتی ہے۔ اس کے مصنف کا نام خواجہ الطاف حسین حالی ہے۔ حالی اور آزاد ایک ہی زمانے کے بزرگ ہیں۔ مولانا محمد حسین آزاد کی طرح انھوں نے بھی اردو کو پروان چڑھانے میں بڑی خدمت کی۔ جدید شاعری کو رائج کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ حالی اعلا درجے کے شاعر بھی تھے۔ مسدّسِ حالی کے علاوہ شاعری میں ان کا ایک دیوان ہے۔ تین اعلا پائے کی سوانح عمریاں لکھی ہیں، جن کے نام حیاتِ سعدی، یادگارِ غالب اور حیاتِ جاوید ہیں۔ ایک تنقید کی کتاب لکھی ہے جس کا نام "مقدمہ شعر و شاعری" ہے۔

مسدسِ حالی ایک لمبی نظم ہے جس میں انھوں نے مسلمانوں کی پہلے کی عظمت کا حال لکھ کر پھر زوال اور بدحالی کا نقشہ کھینچا ہے اور مسلمانوں کو دوبارہ علم حاصل کرنے اور ہنر سیکھنے کا سبق دیا ہے تاکہ وہ اپنی پرانی عظمت دوبارہ حاصل کر سکیں۔ "وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا" اسی نظم کا ایک مصرع ہے۔ مسدسِ حالی کے بہت سے شعر لوگوں کی نوکِ زبان ہیں۔

بانگِ درا

علاّمہ ڈاکٹر محمد اقبال سے بھی پاک و ہند کا بچّہ بچّہ واقف ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری سے مسلمانوں کو جگایا اور جھنجوڑا، اور ان میں اعتماد اور عمل کا جذبہ پیدا کیا۔ ان کی اردو شاعری میں پہلی کتاب بانگِ درا ہمیشہ زندہ رہنے والی کتابوں میں شامل ہے۔ یہ کتاب ایسی عمدہ نظموں کا مجموعہ ہے جن میں بچّوں، جوانوں اور بوڑھوں سب کو اپنی پسند کی چیزیں مل جاتی ہیں۔ ان کی نظمیں، پڑھنے والے میں اُمید اور حوصلہ پیدا کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ

رواں اور دل نشین ہیں۔ ڈاکٹر اقبال اردو کے علاوہ فارسی زبان کے بھی اعلا درجے کے شاعر تھے۔ ان کے اشعار کے اردو مجموعوں کے نام بانگِ درا، بالِ جبریل اور ضربِ کلیم ہیں اور فارسی کتابوں کے نام مثنوی اسرارِ خودی، مثنوی رموزِ بےخودی، زبورِ عجم، پیامِ مشرق اور جاوید نامہ ہیں۔ ایک کتاب جس میں اردو اور فارسی دونوں زبانوں کی نظمیں شامل ہیں، ان کی موت کے بعد شائع ہوئی، اس کا نام ارمغانِ حجاز ہے۔

رحمتِ عالم

"رحمتِ عالم" ایک ایسی کتاب ہے جو دینی بھی ہے، تاریخی بھی اور ادبی بھی۔ یہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تصنیف ہے۔ سید صاحب اعلا پائے کے عالم اور بزرگ تھے۔ وہ ایک مورّخ اور محقق تھے۔ محقّق سے مُراد وہ شخص ہے جو یا تو ایسی باتیں بڑی چھان بین سے معلوم کرتا ہے جو پہلے نامعلوم ہوں یا جن باتوں میں شک ہو۔ محقّق ان کا گہرائی میں مطالعہ کر کے شک یا مشکل کو رفع کرتا ہے۔

سید صاحب نے "رحمتِ عالم" میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری بچّوں کے لیے لکھی اور اتنی عمدہ لکھی کہ بچّے اور بوڑھے سب اسے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ ان کا طرز تحریر سادہ اور دِل کش ہے۔ ان کی ہر بات پڑھنے والے کے دِل میں اُترتی چلی جاتی ہے۔ آپ نے رحمتِ عالم کے علاوہ کئی اور کتابیں لکھیں، جن میں امام مالک، عربوں کی جہاز رانی، ارض القرآن، خطباتِ مدراس، نقوشِ سلیمانی اور سیرتِ عائشہؓ شامل ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا کام سیرت النبیؐ ہے جس کی دو جلدیں لکھ کر آپ کے استاد علامہ شبلی وفات پا گئے تھے۔ آپ نے اس کی تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلدیں لکھیں۔ یہ کتاب سیرت کے علاوہ ایک قسم کا انسائی کلو پیڈیا ہے جس میں اسلام کی تمام ضروری تعلیمات شامل ہیں۔

شاہ نامۂ اسلام

حفیظ جالندھری کی کتاب شاہ نامہ اسلام اردو ادب میں بڑی شہرت رکھتی ہے۔ گیت، نظمیں اور غزلیں لکھ کر حفیظ نے اردو ادب کی خدمت کی ہے۔ 'شاہ نامۂ اسلام' میں اسلام

کی تاریخ رواں اور دل کش نظم میں بیان کی ہے۔ اس کے لفظ لفظ سے دینِ اسلام سے ان کی عقیدت اور خلوص کا احساس ہوتا ہے۔ یہ کتاب چار حصّوں میں ہے۔ پاکستان کا قومی ترانہ بھی انھوں نے لکھا تھا۔

توبۃ النصوح

جو لوگ اردو ادب کے شوقین ہیں وہ مرزا ظاہر دار بیگ کا کردار نہیں بھول سکتے۔ یہ ڈپٹی نذیر احمد کے ناول توبۃ النصوح کا ایک کردار ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد اردو زبان کے بڑے عالم اور اردو زبان کے پہلے ناول نگار ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کے نقصان دہ رسم و رواج کی خرابیاں ظاہر کرنے اور مسلمان عورتوں کی تعلیم پر توجہ دلانے کے لیے سات ناول لکھے جن کے نام یہ ہیں: مراۃ العروس، توبۃ النصوح، بنات النعش، فسانۂ مبتلا، ایامیٰ، ابن الوقت اور رویائے صادقہ۔ انھوں نے تعزیراتِ ہند کا اردو ترجمہ کیا۔ قرآن مجید کا بھی با محاورہ اردو میں ترجمہ کیا اور "الحقوق و الفرائض" اور "الاجتہاد" دو دینی کتابیں بھی لکھیں۔

نذیر احمد کا طرزِ تحریر سلیس ہے۔ ضرب الامثال اور محاورے بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ توبۃ النصوح اردو زبان کی پہلی ناول سمجھی جاتی ہے۔

بایونک بچّہ

برطانیہ کا پہلا بایونک بچّہ تین سالہ ڈینیل بیٹسن پیدائشی طور پر اپنے دائیں بازو سے محروم تھا۔ برقیات کے ماہروں نے اس کے ایک مصنوعی بازو لگا دیا تھا، جو بیٹری کے ذریعہ سے حرکت کرتا تھا۔ ننھّا ڈینیل اپنے مصنوعی بازو کو خوب استعمال کرتا تھا، جس کے باعث اس کی ماں کو اس کے برقیاتی بازو کی بیٹری کو دن میں دو مرتبہ چارج کرنا پڑتا تھا۔ وہ دن بھر بازو ہلا ہلا کر اور مختلف چیزیں بازو کے ذریعہ سے اُٹھا کر لوگوں کو دکھاتا تھا۔ چند دن پہلے ایسے ہی ایک مظاہرے کے دوران اس کے مصنوعی بازو میں خرابی پیدا ہو گئی۔ ماہرین کا خیال ہے کہ بازو کی مرمت ہونے تک ڈینیل کو اپنا بازو کم استعمال کرنا ہو گا۔

سائنسی سوال و جواب

مادّے کی بعض شکلیں ٹھوس کیوں ہوتی ہیں؟ ٹھوس، مائع اور گیس میں کیا فرق ہے؟

مادّہ دراصل بہت چھوٹے چھوٹے ذرّات سے مل کر بنا ہے جنھیں "سالمہ" کہتے ہیں۔ مادّے کا سب سے چھوٹا جُزو تو ایٹم ہے، لیکن جب کئی ایٹم آپس میں مل جاتے ہیں تو ایک سالمہ تیار ہو جاتا ہے۔ یہ تمام سالمے ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں۔ ٹھوس چیزوں میں اُن کی حرکت زیادہ نہیں ہوتی۔ کسی مائع کے سالمے نسبتاً زیادہ رفتار کے ساتھ حرکت کرتے ہیں

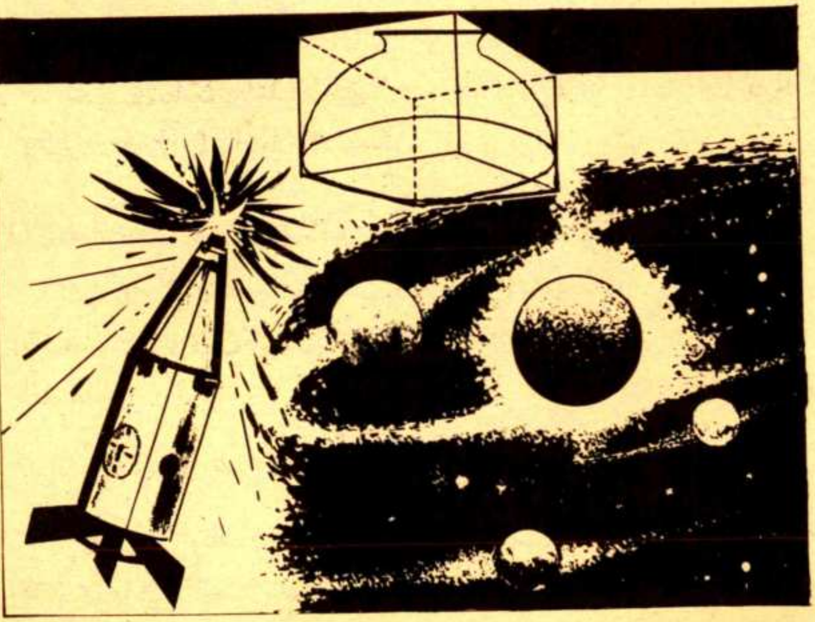

اور گیس کے سالمے بالکل آزاد ہوتے ہیں۔ اِسی لیے ہم پہلی چیز کو ٹھوس کہتے ہیں۔ دوسری چیز یعنی مائع ملائم ہوتی ہے اور آسانی سے وہی شکل اختیار کر لیتی ہے جو اس برتن کی ہوتی ہے جس میں مائع کو انڈیلا جاتا ہے جب کہ گیس کی کوئی شکل ہی نہیں ہوتی۔ وہ اتنی لطیف ہوتی ہے کہ ہمیں نظر ہی نہیں آتی اور صرف دباؤ کے تحت ایک جگہ بند رہتی ہے جیسے آپ نے گیس کے سلنڈر دیکھے ہوں گے۔

ایٹم کا وزن کیا ہوتا ہے اور سب سے بھاری اور سب سے ہلکا ایٹم کس عنصر کا ہوتا ہے؟

مختلف عناصر کے ایٹموں کا وزن مختلف ہوتا ہے۔ انھیں الگ الگ تولنا ممکن نہیں۔ سب سے بھاری ایٹم یورینیم کا ہوتا ہے۔ یہ دھات ایٹم بم میں بھی استعمال کی گئی تھی۔ سب سے ہلکا ایٹم ہائیڈروجن گیس کا ہوتا ہے۔ یورینیم کا ایٹم اس سے ۲۳۸ گنا بھاری ہوتا ہے۔ یاد رکھیے تمام گیسوں میں سب سے ہلکی گیس ہائیڈروجن گیس ہوتی ہے۔

سب سے بھاری دھاتیں کون سی ہیں؟

سب سے بھاری دھاتیں اوسمیم (OSMIUM) اور اریڈیم (IRIDIUM) ہیں۔ اریڈیم پانی کے مقابلے میں ۲۲۶٫۴۱ گنا زیادہ بھاری ہوتی ہے۔

مائع دھات کون سی ہے اور اس پر ہوائی دباؤ کا کیا اثر پڑتا ہے؟

پارے کو مائع دھات کہا جاسکتا ہے۔ اس کی کثافت بہت زیادہ ہوتی ہے، پھر بھی ہوائی دباؤ سے اس کی سطح بھی نیچی رہتی ہے۔ اس کی ۲۵ میٹر بلند دھار دب کر ۲۳٫۶۷۵ میٹر رہ جاتی ہے۔

کیا ایک جسم کا وزن پوری زمین پر ہر جگہ ایک ہی رہتا ہے؟

نہیں۔ کسی جسم کا وزن پوری زمین پر ایک ہی نہیں رہتا، کیوں کہ زمین کی کشش مختلف مقامات پر قدرے مختلف رہتی ہے اگرچہ یہ فرق ہوتا ہے نہایت خفیف۔ ایک جسم

میں مادّے کی جتنی مقدار ہوتی ہے، کمیت اور کششِ ثقل کا حاصل ضرب وزن کہلاتا ہے۔ مادّے کی مقدار تو ہر جگہ یکساں رہتی ہے خواہ آپ اس جسم کو کہیں بھی لے جائیں، لیکن چوں کہ کششِ ثقل میں تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے اس لیے وزن میں بھی کمی بیشی ہو جاتی ہے، لیکن بہت کم۔

کسی چیز کے حجم سے کیا مُراد ہے؟

ہر چیز خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی ہو، کچھ نہ کچھ جگہ گھیرتی ہے۔ جتنی جگہ وہ گھیرتی ہے، وہی اس کا حجم ہے۔ اگر کسی جسم کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی ایک ایک انچ ہے تو اس کا حجم ایک مکعب انچ ہوگا۔ اسی لیے ایسے جسم کو "کعب" کہا جاتا ہے، لیکن اگر وہ جسم ایک مکعب انچ جگہ گھیرتا ہے تو اس کا حجم یہی رہے گا خواہ اس کی شکل کعب جیسی ہو یا نہ ہو۔ حجم کے معاملے میں شکل کا کوئی دخل نہیں۔ مائع کا حجم اس برتن کا حجم ہوتا ہے جس میں وہ بھرا ہے اور جتنا بھرا ہے۔

جب کوئی چیز ٹوٹتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟ مثال کے طور پر چائے کی پیالی ٹوٹتی ہے تو اندرونی طور پر کیا ہوتا ہے؟

جب کوئی چیز ٹوٹتی ہے تو اس کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اس کے سالموں کی باہمی کشش زائل ہو جاتی ہے اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔

جب کوئی چیز ہمارے ہاتھ سے گرتی ہے تو وہ زمین کی جانب ہی کیوں جاتی ہے؟

ہمارے ہاتھ سے کوئی چیز جُدا ہوتی ہے تو وہ زمین کی طرف اس لیے گرتی ہے کہ زمین ایک بہت بڑا کُرہ ہے۔ (زمین کا قطر تقریباً آٹھ ہزار میل ہے) اسی وجہ سے اس میں زبردست کشش پائی جاتی ہے۔ یہ قانونِ قدرت ہے۔ تمام مادّی جسموں کے درمیان بھی کشش موجود ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری زمین اور دوسرے سیارے اپنے اپنے راستے پر سورج کے چاروں طرف گھومتے رہتے ہیں۔ کوئی کسی دوسرے کے ساتھ نہیں ٹکراتا، چوں کہ سورج بڑا ہے اور سیارے چھوٹے اس لیے سیارے سورج کے تابع رہتے ہوئے اس کے چاروں طرف گھومتے ہیں۔ جسم جتنا بڑا ہوگا اُس کی کشش اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ زمین کے مقابلے میں چاند بہت چھوٹا ہے اس لیے چاند کی کشش زمین کی کشش کا چھٹا حصّہ ہے۔ اگر زمین پر آپ کا وزن ایک سو بیس پونڈ ہے تو چاند پر صرف بیس پونڈ محسوس ہوگا۔

کیا زمین کی کشش بھاری اجسام پر زیادہ اثر کرتی ہے اور ہلکے اجسام پر کم؟

"بھاری پن" اور "ہلکا پن" "کششِ ثقل ہی کے مختلف نام ہیں۔ وزن دراصل وہ قوت ہے جس کے ساتھ ہر جسم زمین کے مرکز کی طرف رجوع ہوتا ہے یا گرتا ہے۔ اس قوت کا تعلق مادّے کی مقدار سے ہے۔ یہ مقدار جتنی زیادہ ہوگی، وزن بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ تین کلوگرام کے جسم پر جتنی قوت اثر کرتی ہے، وہ اس قوت کا تین گنا ہے جو ایک کلوگرام کے جسم پر حاوی ہے۔

زمین اپنے محور پر بڑی تیزی سے گھوم رہی ہے۔ ہم اس پر سے پھسل کر دُور کیوں نہیں جا گرتے؟

ہم زمین کی گردش کے باوجود اس پر سے اس لیے نہیں پھسلتے کہ زمین کی کشش نہایت قوی ہے۔ ہمیں وہ کسی صورت اپنے سے جُدا نہیں ہونے دیتی۔ ہوا بھی اس کے ساتھ چمٹی رہتی ہے، ہاں اگر زمین اپنی موجودہ رفتار سے سترہ گنا زیادہ رفتار پر گھومنا شروع کر دے تو ہم سب اس پر سے پھسل کر دُور جا گریں گے، لیکن اس صورت میں دن رات کی لمبائی چوبیس گھنٹے کے بجائے ایک گھنٹہ سات منٹ رہ جائے گی۔

ایک آدمی میں اوسطاً کتنے ہارس پاور قوّت ہوتی ہے؟

ایک آدمی میں تقریباً ۱/۸ ہارس پاور کے برابر قوت ہوتی ہے۔

قوّت کے خاص ذرائع کیا ہیں؟

قوّت کے خاص ذرائع مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ایندھن (۲) غذا (۳) پانی جو بلندی پر واقع ہو (۴) جوار بھاٹا یا مدّوجزر (۵) کیمیائی عمل (۶) تیز ہوا (۷) بہتا پانی۔

روشنی کی ماہیت کیا ہے اور وہ کس رفتار سے سفر کرتی ہے؟

روشنی بھی قوّت کی ایک شکل ہے۔ کچھ عرصے پہلے تک ہم یہ سمجھتے تھے کہ روشنی شعاعوں یا سیدھے خطوط کی شکل میں سفر کرتی ہے، لیکن اب ہم جانتے ہیں کہ روشنی لہروں کی شکل میں چلتی ہے۔ یہ لہریں نہایت مختصر ہوتی ہیں اس لیے وہ ہمیں نظر نہیں آتیں بلکہ سیدھی کرنیں دکھائی دیتی ہیں۔

روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکینڈ ہوتی ہے۔ اس دریافت کو بھی بہت

زیادہ عرصہ نہیں گزرا، ورنہ اس سے پہلے تو یہی سمجھا جاتا تھا کہ روشنی یک دم اپنے منبع سے ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح آواز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جانے کے لیے ہوا کی ضرورت پڑتی ہے اس طرح روشنی کو نہیں پڑتی۔ روشنی خلا سے ہی گزر کر ہم تک آتی ہے۔ اُسے چلنے کے لیے ہوا کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ستاروں کی روشنی بھی خلا سے گزر کر ہم تک آتی ہے۔

دُور بین کے بغیر ہمیں آسمان پر بہت سی چیزیں نظر نہیں آتیں، لیکن جب ہم انھیں دُور بین سے دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں نظر آجاتی ہیں۔ کیوں؟"

کسی چیز کے نظر آنے کا تعلق روشنی کی موجودگی سے ہے۔ بہت سے ستارے ہم سے اتنے زیادہ فاصلے پر ہیں کہ اُن کی روشنی کو ہم تک آنے میں ہزاروں لاکھوں سال لگ جاتے ہیں جب کہ روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی زبردست رفتار سے چلتی ہے، چوں کہ ان ستاروں کی روشنی بہت کم ہوتی ہے اس لیے وہ دُور بین کے بغیر ہمیں نظر نہیں آتے، لیکن جب ہم انھیں دُور بین کی مدد سے دیکھتے ہیں تو کچھ ستارے نظر آجاتے ہیں، کیوں کہ دُور بین میں یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ روشنی کی کرنوں کو جمع کر لیتی ہے اور اس کے شیشے اور عدسے ان کرنوں کو اس طرح ہماری آنکھوں تک پہنچاتے ہیں کہ دُور دراز ستاروں یا چیزوں کا اچھا خاصا بڑا عکس ہمیں نظر آتے لگتا ہے۔

بعض نونہال اپنے خط میں، مضمون یا کہانی وغیرہ پر اپنا پتا نہیں لکھتے۔ یاد رکھیے، جب بھی آپ کسی کو خط لکھیں اپنا پتا ضرور لکھیں۔ یہ نہ سوچیے کہ آپ کا پتا جس کو خط لکھ رہے ہیں اُس کے پاس محفوظ ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کا پتا کھو گیا ہو، یا جواب دیتے وقت اس کو نہیں ملے۔ اگر آپ اپنے کسی عزیز کو بھی خط لکھ رہے ہوں تب بھی اپنا نام اور پتا ہر خط میں ضرور لکھ دیا کیجیے۔ یہ عادت بنا لیجیے کہ جب بھی خط لکھنے بیٹھیں تاریخ اور پتا پہلے لکھ دیں۔
ہمدرد نونہال کے لیے بھی آپ جو چیز بھیجیں اس پر اپنا نام اور پورا پتا ضرور لکھ دیا کیجیے

تعارف

انور شعور

اچھا بچّہ نام ہے میرا
پڑھنا لکھنا کام ہے میرا

پوچھو، کیا ہے پڑھنا لکھنا ؟
پڑھنا، پڑھنا، پڑھنا، پڑھنا
علم مرا، اقدام ہے میرا
اچھا بچّہ نام ہے میرا

سب کا دل بہلاتا ہوں میں
ہنستا اور ہنساتا ہوں میں
آنکھوں آنکھوں بھاتا ہوں میں
ہر خاص و ہر عام ہے میرا
اچھا بچّہ نام ہے میرا

فرفر فرفر فرفر فرفر
پڑھتا ہوں، پڑھتا ہوں دن بھر
کھیلنے جاتا ہوں پھر اُٹھ کر
یہ ورزش آرام ہے میرا
اچھا بچّہ نام ہے میرا

کھیلوں کے میدان سے آکے
کچھ سستا کے اور نہا کے
پڑھتا ہوں دل خوب لگا کے
کام یہی ہر شام ہے میرا
اچھا بچّہ نام ہے میرا
پڑھنا لکھنا کام ہے میرا

جس کا جوتا اُسی کا سر

مناظر صدیقی

کسی ملک میں ایک بوڑھی بیوہ عورت رہتی تھی۔ اس عورت کا نام پرٹیلوٹ تھا۔ اس عورت کے پاس ایک خوب صورت مرغ پلا ہوا تھا۔ پرٹیلوٹ نے اس مرغ کا نام چینٹی کلیئر رکھا تھا۔ ایک دن چینٹی کلیئر صبح ہی صبح اپنی مالکہ پرٹیلوٹ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا،

"آج میں نے بڑا ڈراؤنا خواب دیکھا ہے، تم ہوشیار ہو جاؤ۔"

"بھلا کیا خواب دیکھا ہے؟" پرٹیلوٹ نے اپنے مرغ کی بات پر ہنستے ہوئے کہا۔

"میں نے دیکھا ہے کہ ایک خوف ناک درندہ ہمارے آنگن میں گھس آیا ہے۔ اس کی شکل ہاؤنڈ کتے کی سی ہے اور یہ درندہ مجھے ڈرا رہا ہے۔ جیسے وہ مجھے پکڑ کر کھا جائے گا۔"

چینٹی کلیئر مرغ نے اپنا خواب سُنایا۔ پرٹیلوٹ اس خواب پر ہنس پڑی اور کہنے لگی،

"تمھیں بدہضمی ہو گئی ہے۔ دن بھر کھاتے ہی رہتے ہو۔ جاؤ، جا کر کچھ دوائیں کھا لو۔ اُدھر الماری کے نیچے ہی رکھی ہیں۔"

مرغ کو اپنی مالکہ کا یہ مذاق اچھا نہیں لگا۔ گردن کے بال پُھلا کر کہنے لگا،

"کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں نے پہلے بھی جتنے خواب دیکھے تھے وہ سب سچے نکلے۔ میرا یہ خواب بھی سچا ہی نکلے گا۔ آپ کو اپنی حفاظت کا انتظام کر لینا چاہیے۔"

پرٹیلوٹ اس بار بھی مرغ کی بات پر ہنسنے لگی اور مرغ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگی،

"میرے پیارے چینٹی کلیئر، تمھیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنی اور تمھاری حفاظت کا پورا انتظام کر رکھا ہے۔ پھر تم خود بھی تو بہت بہادر اور عقل مند ہو۔ چھوٹے موٹے جانور تو تمھارا کچھ بگاڑ ہی نہیں سکتے۔"

اپنی تعریف سُن کر چینٹی کلیئر مرغے کی گردن اکڑ گئی۔ وہ سچ مچ خود کو بڑا بہادر سمجھنے لگا۔ اتنی باتوں میں اچھا خاصا دن نکل آیا تھا۔ چینٹی کلیئر کو بھوک بھی لگنے لگی تھی۔ بھوک لگتے ہی اس نے اپنے پر پھڑپھڑائے اور دانے دُنکے کی تلاش میں چل پڑا۔

چینٹی کلیئر، پرٹیلوٹ کے چھوٹے سے باغ میں شیر ببر کی طرح گردن اکڑائے ہوئے گھوم رہا تھا۔ کہیں اناج کا کوئی دانہ نظر آجاتا تو فوراً اپنی چونچ میں اُٹھا لیتا۔ کبھی درختوں کی طرف دیکھتا کبھی باغ کی چاروں طرف لگی ہوئی باڑھ کو دیکھتا اور پھر آگے بڑھ جاتا، جیسے باغ کی نگرانی یا چوکی داری کر رہا ہو۔ اسی طرح گھومتے گھومتے چینٹی کلیئر باغ کے آخری کونے کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں بہت سی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ یہاں چینٹی کلیئر کو ایک عجیب طرح کی بُو محسوس ہوئی۔ اُس نے گردن گھما کر چاروں طرف دیکھا۔ اُسے اپنے دشمن کا سراغ مل ہی گیا۔ جھاڑیوں میں ایک لومڑی بیٹھی ہوئی تھی۔

چینٹی کلیئر نے سوچا کہ یہاں سے بھاگ جانا چاہیے، لیکن اسے پرٹیلوٹ کی بات یاد

چینٹی کلیئر کی آنکھیں بند ہوتے ہی لومڑی نے اسے دبوچ لیا۔

آگئی کہ وہ بہت بہادر ہے۔ اس لیے اُس نے یہاں سے بھاگنے کے بجائے برٹیلوٹ اور دوسرے آدمیوں کو وہیں بُلانے کا فیصلہ کیا اور کُڑکُڑانے لگا۔ اُسی وقت لومڑی نے بڑی مکاری سے کہا،

"بھائی مرغے، یوں شور نہ مچاؤ۔ میں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ میں تو صرف تمھارے خوب صورت اور پیارے پیارے گیت سُننے آئی ہوں۔ سچ کہتی ہوں کہ میں نے پوری دنیا میں تمھاری طرح گانے والا مرغا کوئی نہیں دیکھا۔ بس ایک بے چارے تمھارے باپ تھے۔ وہ اور تمھاری امّی دونوں ہی میرے گھر میں مہمان تھے۔ وہ کئی دن تک میرے ساتھ رہے۔ میں نے تو انھیں بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ بس میں تو تمھارے والد کا گانا سُن سُن کر خوش ہوا کرتی تھی۔ کتنا اچھا ہو کہ اب تم بھی مجھے ایک گانا سُنادو۔ تمھارے والد کی یاد تازہ ہو جائے گی۔"

لومڑی کی اس خوشامد اور تعریف سے چینٹی کلیئر کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اُس نے دل میں سوچا کہ لومڑی کو اپنی خوب صورت آواز سنانی ہی چاہیے۔ یہ بے چاری تو میری آواز کی پرستار ہے۔ یہ سوچ کر اُس نے اپنی آواز سنانے کے لیے گردن اُونچی کی اور آنکھیں بند کر کے اپنی چونچ کھولی۔ لومڑی کو اتنا ہی موقع چاہیے تھا۔ جیسے ہی چینٹی کلیئر کی آنکھیں بند ہوئیں۔ لومڑی نے اچھل کر حملہ کر دیا اور میاں چینٹی کلیئر کی گردن اپنے منھ میں دبا کر بھاگ نکلی۔ اتنی دیر میں چینٹی کلیئر کی دو ایک چیخیں نکل ہی گئیں۔ یہ چیخیں برٹیلوٹ نے سُن لی تھیں۔ وہ اپنے ہاتھ میں لاٹھی لیے کئی آدمیوں کو ساتھ لے کر گھر سے نکلی۔ اُسے دور ہی سے لومڑی بھاگتی ہوئی نظر آگئی جس کے منھ میں میاں چینٹی کلیئر کی گردن دبی ہوئی تھی۔

برٹیلوٹ اور اس کے ساتھی چینٹی کلیئر کو آزاد کرانے کے لیے شور مچاتے لومڑی کے پیچھے دوڑنے لگے۔ اب لومڑی نے بھی اپنی رفتار بڑھادی۔ وہ سیدھی جنگل کی طرف بھاگ رہی تھی۔ برٹیلوٹ سے لومڑی کا فاصلہ بڑھتا ہی جا رہا تھا، یہاں تک کہ وہ جنگل کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ چینٹی کلیئر کی صرف گردن ہی لومڑی کے منھ میں دبی تھی۔ وہ آنکھیں کھولے سارا حال دیکھ رہا تھا۔ چیخنا اس لیے نہیں چاہتا تھا کہ اس طرح یہ

خطرہ تھا کہ کہیں لومڑی زور سے منھ نہ بند کرلے اور لومڑی کے تیز دانت اس کی گردن میں نہ گھس جائیں۔ پھر تو اس کا زندہ رہنا ممکن نہیں رہے گا۔ وہ اسی طرح لومڑی کے منھ میں دبے دبے اپنی جان بچانے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔ آخر اسے ایک ترکیب سوجھ ہی گئی۔ اس نے کوشش کر کے آواز نکالی اور لومڑی سے کہا،

"واہ بی لومڑی، تم تو واقعی بہت بہادر ہو۔ اتنے سارے آدمیوں کی نظروں کے سامنے مجھے یہاں تک لے آئیں اور تم بھاگتی بھی بہت تیز ہو۔ تمھاری رفتار کا مقابلہ ہی نہیں میری تو خیر جان جا رہی ہے، لیکن مرتے مرتے تمھاری تعریف ضرور کروں گا کہ موت آئی بھی تو ایک بہادر کے ہاتھوں آئی۔ بس ایک بات اچھی نہیں لگی کہ اتنی بہادر ہوتے ہوئے بھی تم یوں چُپ چاپ بھاگ رہی ہو حالانکہ اب تو جنگل کے قریب پہنچ چکی ہو۔ اب یہ انسان تمھارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ تم گرج کر ان سے کیوں نہیں کہہ دیتیں کہ ان کا بھاگنا بے کار ہے۔ تم جسے اپنی غذا بنانے کا ارادہ کر چکی ہو اُسے ضرور کھاؤ گی۔ اب کوئی انسان تم سے

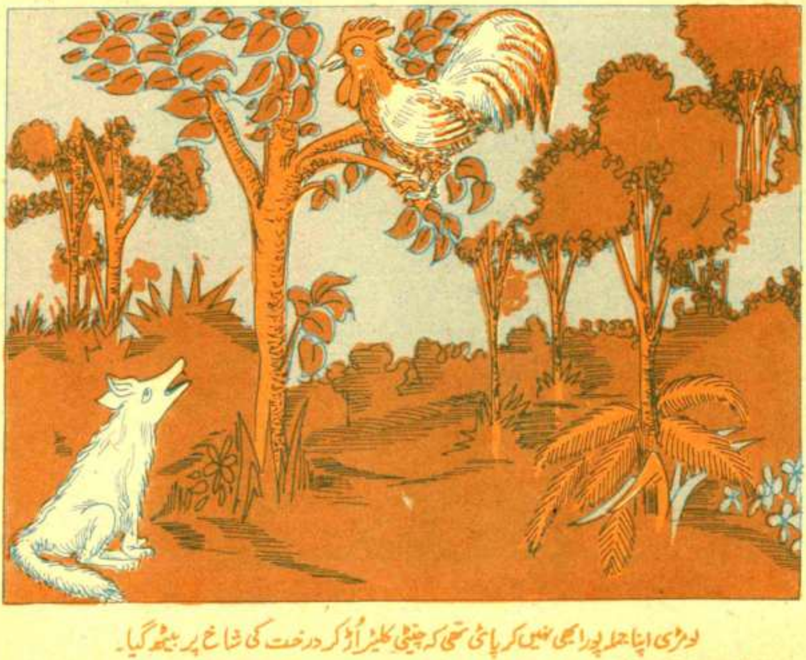

لومڑی اپنا جملہ پورا بھی نہیں کر پائی تھی کہ چنٹی کلیئر اُڑ کر درخت کی شاخ پر بیٹھ گیا۔

تمھاری غذا نہیں چھین سکتا۔"

لومڑی نے مرغے کی یہ بات سُنی تو اس نے سوچا کہ مُرغا تو اب مرنے کے لیے تیار ہو ہی گیا ہے۔ پھر میں جنگل کے اتنا قریب پہنچ چکی ہوں کہ مجھے اب واقعی کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ مرغابیوں بھی اتنی دیر تک منھ میں لٹکے لٹکے بے دَم ہو چکا ہے۔ بھاگ کے کہاں جائے گا۔ ان آدمیوں کو سمجھا دینے میں کوئی حرج نہیں۔ چناں چہ اس نے کہا،

"ہاں! ہاں میں انھیں ابھی بتا دیتی ہوں کہ......"

لومڑی نے جیسے ہی منھ کھولا مُرغے کی گردن آزاد ہو گئی۔ لومڑی اپنا جملہ پورا ابھی نہیں کر پائی تھی کہ چینٹی کلئیر اُڑ کر ایک درخت کی شاخ پر بیٹھ گیا۔ مرغے کو یوں درخت پر بیٹھے دیکھا تو لومڑی سمجھ گئی کہ اُس سے غلطی ہو گئی ہے، اُسے مرغے کی بات نہیں ماننی چاہیے تھی۔ اُس نے ایک مرتبہ پھر پرانا حربہ آزمانے کی کوشش کی اور کہا،

"اچھے چینٹی کلئیر، تم اوپر کیوں چلے گئے؟ میں تمھیں کھانے کے لیے تو نہیں لے جا رہی تھی۔ تمھارے ساتھ میں نے جو سلوک کیا اس کا مجھے بھی افسوس ہے، لیکن اس کا سبب کچھ اور تھا۔ تم نیچے آؤ تو میں تمھیں بتاؤں کہ مجھے تمھارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کرنا پڑا۔"

چینٹی کلئیر نے کہا، "بخشو بی لومڑی، میں ایک بار دھوکا کھا گیا تھا، لیکن عقل مند بار بار دھوکا نہیں کھاتے۔ اب میں ہرگز نیچے نہیں اُتروں گا۔"

اتنی دیر میں پرٹیلوٹ اور اس کے ساتھی قریب پہنچ گئے۔ لومڑی کو اپنی جان بچانے کے لیے وہاں سے بھاگتے ہی بن پڑی اور میاں چینٹی کلئیر پرٹیلوٹ کے ساتھ واپس آ گئے۔

بھیڑیے کی دُم

مغربی امریکا میں ایک حیرت انگیز خاصیت رکھنے والا بھیڑیا پایا جاتا ہے، جو اپنی دُم کا رنگ بدل سکتا ہے۔ ووٹا نامی یہ بھیڑیا گرمی کے دِنوں میں اپنی دُم کا رنگ چمکتا ہوا براؤن اور سردی کے دِنوں میں ہلکا سرمئی کر لیتا ہے۔

مرسلہ: شہزادی بے بی عفی ناز، کھپرو

تمھاری چال ہے

علی اسد

"ہنگری سے بھاگنے کے لیے تمھارے واسطے صرف ایک صورت ہے، اور وہ یہ کہ تم اوسٹریا کے باشندے بن کر نکل جاؤ۔ بولو، ہے ہمت؟" میرے دوست نے کہا۔

مجھے اپنے وطن ہنگری سے بھاگنا بہت ضروری تھا اور یہ کام جس قدر جلد ہو بہتر تھا۔ بات یہ تھی کہ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں نے اتحادیوں کے لیے ایک خفیہ ایجنٹ کا کام انجام دیا تھا، لیکن اب روسیوں نے ہنگری پر قبضہ کر لیا تھا اور ان کو یہ شبہ ہو گیا تھا کہ میں نے ان کے خلاف خبریں بھیجی ہیں۔ لہٰذا میں کسی وقت بھی گرفتار کیا جا سکتا تھا۔ میں جس مکان میں چھپا ہوا تھا، وہاں میرا دوست بڑی مشکل سے آیا تھا۔ اس کو یہ پتا چلا تھا کہ دس دن کے

میرے دوست نے مجھے ٹائپ شدہ کاغذات دیے جن میں تفصیلات درج تھیں۔

اندر ایک گاڑی آوسٹریا کے مہاجرین کو لے کر بوڈاپسٹ سے ویانا کے لیے روانہ ہو گی۔ اس نے مجھے ترکیب بتائی:

"ایک شخص نے اُن خطوط کا جواب نہیں دیا جن میں اُسے اس گاڑی کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ خیال ہے کہ وہ مر چکا ہے۔ یہ شخص ایک مصوّر ہے۔ اس کا نام ہے آسکر زینز۔ تم کو یہ ظاہر کرنا ہو گا کہ تم وہ زینز ہو۔"

میں بڑی خوشی سے راضی ہو گیا۔ اپنا نام فیرینز کینز لوسے آسکر زینز تبدیل کر لینے سے مجھے اس پورٹ کی بھی کوئی ضرورت نہ ہو گی۔ ۱۹۴۶ء میں بہت کم لوگوں کے پاس اس قسم کی چیزیں ہوا کرتی تھیں۔ ہنگری کے باشندوں کو دوسرے ملکوں کا سفر کرنے کی اجازت نہ تھی۔ میرے دوست نے مجھے ٹائپ شدہ کچھ کاغذات دیے، جن میں زینز کی زندگی کی تفصیلات درج تھیں۔ میرے دوست نے کہا، "اب تم مصوّر آسکر زینز ہو۔ بیٹھ جاؤ اور یہ سب باتیں یاد کر لو۔ تم کو ہر لحاظ سے اب زینز بن جانا چاہیے۔ ہر اسٹیشن پر روسی افسر گاڑی میں سوار ہوں گے اور مسافروں کی جانچ پڑتال کریں گے۔ ان کے پاس بھی اسی قسم کے کاغذات ہوں گے۔ وہ بڑے ٹیڑھے میڑھے سوالات کریں گے۔ ان کاغذات کی ایک نقل تمھارے جتھے کے نگراں کے پاس بھی ہو گی۔ وہ زینز کو نہیں جانتا، لیکن جب یہ نام پکارا جائے تو جواب دینے سے پہلے ذرا رُک جانا۔"

"رُک جاؤں؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آخری لمحات میں زینز آدھمکے۔ اب اگر دو آدمی اسی نام پر بول اُٹھتے ہیں تو پھر جو شخص زینز نہیں ہے اُس کے لیے بڑی پریشانی ہو گی۔" میرے دوست نے سمجھایا۔

چناں چہ چند روز تک میں زینز کی زندگی کے واقعات پڑھتا رہا اور آخر مجھے اس کے بارے میں قریب قریب اتنی ہی معلومات ہو گئیں جتنی خود مجھے اپنے بارے میں تھیں۔ میں شہر گراز کے اس گھر کے بارے میں بھی بات کر سکتا تھا، جس میں زینز پیدا ہوا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ کس اسکول میں اس نے تعلیم حاصل کی۔ مجھے اس کی عادات کے بارے میں بھی معلومات حاصل تھیں اور یہ بھی معلوم تھا کہ اسے کیا چیز پسند ہے اور کیا ناپسند۔ مجھے اس کی مصوّری کا طریقہ بھی معلوم تھا۔

روانگی سے قبل میں رات کو بوڈاپسٹ میں دریا کے پُل پر پہنچا۔ میرے دوست نے جو کاغذات مجھ کو دیے تھے ان کو میں نے پھاڑ ڈالا اور دریائے ڈینیوب میں بہا دیا۔ دوسرے دن صبح کو میں ریلوے اسٹیشن پر کھڑا آسکر زیز کا نام سُننے کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ میرے چہرے سے گھبراہٹ کے آثار نمایاں نہ ہوں، کیوں کہ میں جانتا تھا کہ ذرا سی گھبراہٹ کے اظہار سے مصیبت آجائے گی۔ اتنے میں اسٹیشن کے لاؤڈ اسپیکر سے اچانک کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ پھر ایک بھرائی ہوئی آواز نے نام پکارنا شروع کر دیے۔ میرے پیٹ میں گانٹھیں پڑنے لگیں۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو جیبوں میں رکھ لیا تاکہ ان کی تھرتھراہٹ دکھائی نہ دے۔

"آسکر زیز!" آخر کار آواز نے چیخ کر کہا" زیز۔ آسکر زیز!"

میں چلّا کر جواب دینا چاہتا تھا، لیکن اس کے بجائے میں انتظار کرتا رہا۔ میرا دل بڑے زور سے دھڑک رہا تھا۔ میں اپنے کان کھڑے کیے ہوئے تھا اور دعائیں مانگتا جا رہا تھا کہ اصلی آسکر زیز جواب نہ دے بیٹھے۔

"زیز!" آواز پھر آئی۔ اب اس آواز میں ناراضگی بھی شامل تھی۔

میں آگے بڑھ گیا۔ "میں یہاں ہوں!" میں نے احمقانہ انداز میں کہا۔ اصلی زیز کی آواز نہیں آئی۔ چلیے ابھی تک تو خیریت ہے۔ ہم لوگوں کو دس دس کی ٹولیوں میں تقسیم کر کے ریل گاڑی میں سوار کروا دیا گیا۔ میں بار بار یاد کرتا جا رہا تھا" میں ایک مصوّر ہوں۔ میں گراز میں پیدا ہوا۔ میرے والد ایک معمار ......"

اتنے میں اسٹیشن پر بڑے زور سے سیٹی بجی۔ یہ گاڑی کی روانگی کے لیے اشارہ تھا، مگر گاڑی نہیں چلی۔ اچانک روسی زبان میں لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دیں اور چار روسی افسر ہمارے ڈبّے کے سامنے سے گزر گئے۔ وہ اگلے ڈبّے کے سامنے رُک گئے اور اس ڈبّے کے مسافروں کو گاڑی کی راہ داری میں اکٹّھا ہونے کا حکم دیا۔ پھر روسیوں نے ان مسافروں کی جگہ پر قبضہ کر لیا اور قہقہے لگانے لگے۔ سیٹی پھر بجی اور گاڑی جھٹکا لے کر روانہ ہو گئی۔

گاڑی کی رفتار جب تیز ہو گئی تو میں نے کھڑکی کے باہر دیکھا اور سوچنے لگا کہ نہ جانے کب مجھے اپنا وطن دیکھنا نصیب ہو۔ پھر مجھے خیال آیا کہ مجھ کو غم زدہ دکھائی نہ دینا چاہیے۔ اب تو میں آسکر زیز ہوں اور اپنے وطن ویانا جا رہا ہوں۔ گاڑی ایک جگہ رُک گئی، جس کا نام کیلین فولڈ

تھا۔ جانچ پڑتال کے لیے یہ پہلی جگہ تھی۔ روسی افسر اور اس کا ترجمان ہمارے ڈبے میں داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے روسی سپاہی ہتھیاروں سے لیس کھڑے ہوئے تھے۔ روسی افسر نے سب سے پہلے اس عورت سے پوچھ گچھ کی جو میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اپنے کاغذات کو دیکھ دیکھ کر سوالات کی بوچھار کرتا جا رہا تھا اور ترجمان اس کے سوالات کو جرمن زبان میں ترجمہ کرتا جا رہا تھا تاکہ اوسٹریا کی عورت سمجھ سکے۔ پھر وہ اس آدمی کے پاس آیا جو میرے قریب لڑکی کے پاس بیٹھا تھا۔ میں نے ایک بار پھر دل ہی دل میں وہ دہرانا شروع کر دیا جو مجھے کہنا تھا، "میں ایک مصوّر ہوں۔ میں گراز میں پیدا ہوا تھا..... میرا نام ہے ....." عین اسی وقت ڈبّے کا دروازہ کھلا۔ باہر سے کچھ آوازیں آنے لگیں۔ پھر ایک روسی کرنل نے ہمارے ڈبّے میں اپنا سر ڈالا، "شطرنج کون کھیلتا ہے؟" اس نے غرّا کر پوچھا۔ جو افسر ہم لوگوں سے پوچھ گچھ کر رہا تھا اس نے گھوم کر ترجمان کی طرف دیکھا۔ پھر جو اس نے کرنل کو دیکھا تو ادب سے پیچھے کھسک گیا۔ چوں کہ میں دروازے کے قریب بیٹھا ہوا تھا، لہٰذا کرنل نے مجھ سے سوال کیا:

"کیا تم شطرنج کھیلنا جانتے ہو؟" میں نے دس برس سے شطرنج نہیں کھیلی تھی، لیکن

روسی کرنل نے ہمارے ڈبّے میں اپنا سر گھسا کر پوچھا "شطرنج کھیلنا کون جانتا ہے؟"

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے تو سانس لینے کی مہلت درکار تھی اور وہ یوں مل گئی۔ ڈبے میں ہر شخص خاموش تھا۔

"ہاں، میں شطرنج کھیلنا جانتا ہوں۔" میں نے کہا۔ کرنل نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ روسیوں کے ڈبے میں دو اور کرنل تھے اور ایک جنرل تھا۔ یہ شخص دیو قامت تھا اور اس کے سینے پر بے شمار تمغے لگے ہوئے تھے۔ دراصل یہی جنرل صاحب شطرنج کھیلنا چاہتے تھے۔ مجھے جو افسر لے گیا تھا اس کا جنرل صاحب نے شکریہ ادا کیا اور مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کھڑکی کے پاس ایک چھوٹی سی میز پر سینڈوچ، مٹھائی اور شراب رکھی ہوئی تھی۔ جنرل روسی زبان میں چلّایا: "چلو کھاؤ!" میں گھبرا کر کھانے لگا۔ مجھے ہر لمحے یہ خوف تھا کہ کہیں کوئی روسی میرا نام نہ پوچھ لے یا پوچھ گچھ کرنے والا افسر کہیں نہ آدھمکے۔

جب گاڑی روانہ ہو گئی تو جنرل صاحب نے شطرنج کی بساط نکالی اور مہرے سجانے لگے۔ میں سوچنے لگا، "یہ میری زندگی کی بازی ہو گی۔ مجھے اچھا کھیل پیش کرنا چاہیے، لیکن جیتنا نہ چاہیے۔" روسی شطرنج میں ہارنا ہرگز پسند نہیں کرتے۔ کھیلتے کھیلتے مجھے کھیل کی باریکیاں یاد آگئیں۔ دوسرے افسر بڑے ادب سے بازی دیکھتے رہے۔ شاید یہ لوگ سمجھتے تھے کہ جنرل شطرنج کے معاملے میں جادوگر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اچھا کھلاڑی تھا، مگر میں بھی کچھ کم نہ تھا۔ وقت گزرتا چلا گیا۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ گاڑی اگلے اسٹیشن پر رُکنے والی ہے۔ جہاں پوچھ گچھ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایک بار پھر میرا ذہن چکرانے لگا۔ اتنے میں دروازہ کُھلا اور ہماری ٹولی کا افسر آپہنچا۔

"اس آدمی سے ابھی تک پوچھ گچھ نہیں ہوئی ہے۔" اس نے کہا۔ مجھے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جنرل صاحب خاموشی سے اُٹھے۔ انھوں نے اپنا ریچھ جیسا ہاتھ افسر کے سینے پر رکھا اور زور سے دھکا دے دیا۔ پھر انھوں نے دروازہ بند کر لیا۔

"تمھاری چال ہے ہنگری والے!" وہ چلّائے اور بیٹھ گئے۔

ہنگری والے؟ کیا اس کی زبان سے یہ لفظ اس لیے نکلے کہ میں ہنگری سے آرہا ہوں یا وہ پہچان گیا کہ میں ہنگری کا ہی باشندہ ہوں۔ اس کا جواب خواہ کچھ بھی ہو، میری چندیا چٹخنے لگی۔ ایک دو بار میں نے جنرل کو کچھ عجیب انداز سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پکڑ لیا، مگر ہر بار اس کی

نظریں پھر بساط کی طرف لوٹ گئیں۔

پہلی بازی جنرل نے جیت لی۔ جب کھیل ختم ہو گیا تو جنرل نے اس افسر سے کچھ کہا، جو مجھے لایا تھا۔ کرنل نے ترجمانی کرتے ہوئے مجھ سے کہا، "جنرل صاحب کو تمھارا کھیل پسند آیا۔ وہ ایک بازی اور کھیلیں گے۔"

میں کھیل میں اس قدر منہمک ہو گیا کہ بازی جیتنے لگا۔ ہم لوگ آخری چالیں چل ہی رہے تھے کہ گاڑی اوسٹریا کی سرحد پر دھیمی ہو گئی۔ یہاں میں شطرنج کی بازی نہیں، بلکہ اپنی زندگی کی بازی یا تو جیت ہی لوں گا یا پھر ہار جاؤں گا۔ اس مرتبہ گاڑی پر سرحدی سپاہی سوار ہو گئے۔ ان کے ساتھ درجنوں روسی سپاہی تھے۔ سپاہیوں نے ہماری طرف صرف ایک نظر ڈالی اور اگلے ڈبّے کی طرف چلے گئے۔ وہاں اس افسر نے ان کو بتایا ہو گا کہ اوسٹریا کا ایک آدمی افسروں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ چناں چہ ایک سرحدی سپاہی میرے بارے میں دریافت کرنے آ گیا۔ اس نے بڑی شان سے سلام کیا اور روسی زبان میں تیزی سے کچھ کہا۔ پھر میری طرف اشارہ کیا۔

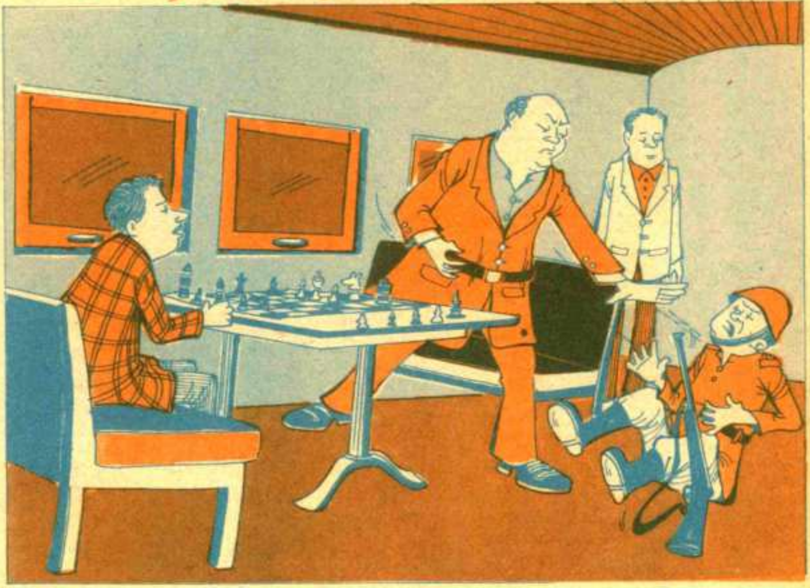

جنرل نے اپنا ریچھ جیسا ہاتھ افسر کے سینے پر رکھا اور اسے زور سے دھکا دے دیا۔

خوف کے مارے میری سٹی گم ہو گئی۔ اس بار جنرل ان لوگوں کو سوالات کرنے کی اجازت شاید دے دے۔ میں اپنے دل ہی دل میں کہنے لگا، "میں ایک مصوّر ہوں۔ اور میرا نام ہے....." مگر مجھے نام یاد نہ آسکا۔ سرحدی سپاہی کے بولنے کے بعد جنرل کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ سپاہی کیا کہہ رہا ہے، لیکن جنرل اس کو سُن کر بے حد ناراض ہو گئے۔ انھوں نے میری طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں سے چنگاریاں برس رہی تھیں۔ پھر وہ کھڑے ہو گئے۔

میں سوچنے لگا، "بس اب میرا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس قدر قریب پہنچنے کے بعد پکڑا جاؤں گا۔" لیکن اس بار بھی جنرل صاحب صرف مداخلت کی وجہ سے ناراض ہوئے تھے۔ انھوں نے سپاہی کو اتنے زور سے دھکّا دیا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا دُور جا گرا۔ پھر جنرل نے دروازہ بند کر لیا اور بڑبڑاتے ہوئے بیٹھ گئے۔ مجھے بے حد سکون ملا۔ اب کوئی اندر آنے کی جراُت نہ کر سکے گا۔ گاڑی کی رفتار تیز ہو گئی۔ میں اب بہ حفاظت اوسٹریا پہنچنے والا تھا۔ اس خیال سے میں مسکرا دیا۔ جنرل نے بساط سے آنکھیں اُٹھا کر مجھے دیکھا اور وہ بھی مسکرائے۔ پھر انھوں نے کرنل سے کچھ کہا جس کا ترجمہ اس نے کیا، "جنرل صاحب یہ دریافت کرتے ہیں کہ کیا تم ویانا میں بھی ان کے ساتھ شطرنج کھیلوگے؟ وہ تم کو کہاں تلاش کریں؟" میں نے جلدی سے ایک مشہور ہوٹل کا نام لے لیا۔

"اور تمھارا نام کیا ہے؟" کرنل نے پوچھا۔

اس بار خوف زدہ ہوئے بغیر میں ذرا دیر کے لیے رُکا۔ مجھے حیرت ہے کہ وہ دو الفاظ میں کیسے بھول گیا تھا۔

"میرا نام آسکر زیبر ہے!" میں نے کہا۔

لندن کے چڑیا گھر میں ایک ایسا سانپ بھی موجود ہے جو وزن کے اعتبار سے تین بھینسوں کے برابر ہے اور غالباً دنیا کا سب سے بڑا سانپ ہے۔ وہ چڑیا گھر کے تمام جانوروں سے زیادہ کھاتا ہے اور جب پھنکارتا ہے تو اس کے منھ سے دھواں خارج ہوتا ہے۔ اس دھوئیں سے اردگرد کی چیزیں سیاہ ہو جاتی ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ یہ اپنی قسم کا واحد سانپ ہے جو دنیا میں اور کہیں موجود نہیں۔ مرسلہ: سید راشد علی منہاس، کراچی

مُنّے، تم نوید کے ساتھ مت کھیلا کرو، وہ اچھا لڑکا نہیں ہے۔
باجی، میں اس کے ساتھ نہیں کھیلتا، وہ میرے ساتھ کھیلتا ہے، میں تو اچھا لڑکا ہوں نا؟

قیدی نمبر ۹، کیا بات ہے تمھارے رشتے دار تم سے ملنے کیوں نہیں آتے؟
جناب، وہ کہاں سے آئیں گے؟ وہ سب تو یہیں ہیں۔

سبز ٹہنی

عینیہ فرح

بہت زمانہ گزرا۔ ایک نیک دل اور انصاف پسند بادشاہ کا ایک جنگل سے گزر ہوا۔ جنگل میں بادشاہ کی نظر ایک شخص پر پڑی، جو ساری دنیا سے بے خبر عبادت میں مشغول تھا۔ درخت کی ایک سوکھی سی شاخ اس کے سامنے زمین میں گڑی ہوئی تھی۔ بادشاہ اس بزرگ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ جب بزرگ نے نگاہیں اُٹھائیں تو بادشاہ نے ان سے پوچھا، "آپ اس ویران جنگل میں اکیلے کب سے بیٹھے ہوئے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟"

بزرگ نے جواب دیا، "میں یہاں پچیس سال سے بیٹھا اللہ کی عبادت کر رہا ہوں۔" بادشاہ بہت متاثر ہوا۔ پھر بادشاہ کو خیال آیا تو اس نے پوچھا، لیکن قبلہ، آپ نے یہ سوکھی شاخ جو زمین میں گاڑ رکھی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟" بزرگ نے جواب دیا، "یہ اس لیے ہے کہ جب یہ سوکھی ٹہنی ہری ہو جائے گی تو مجھے پتا چل جائے گا کہ میری عبادت قبول ہوئی اور میرا خدا میری عبادت سے خوش ہو گیا۔"

بادشاہ نے دل میں سوچا کہ حیرت ہے کہ پورے پچیس برس بیتنے کے باوجود یہ ٹہنی اب تک ہری نہیں ہوئی۔ بادشاہ بہت دیر تک یہی سوچتا رہا۔ آخر اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ میں بھی یہاں عبادت کرنے بیٹھ جاتا ہوں، شاید میری سمجھ میں یہ راز آجائے۔ میں دنیا دار آدمی ہوں، معلوم نہیں مجھ سے کیا کیا غلطیاں اور گناہ ہوئے ہوں گے۔ عبادت سے میرے گناہ بھی شاید کم ہو جائیں۔ یہ سوچ کر بادشاہ اپنا چابک زمین میں گاڑ کر عبادت کرنے بیٹھ گیا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ کسی کے زور زور سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آنے لگیں۔ کوئی مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ آواز سُن کر بزرگ تو خاموش بیٹھے عبادت میں مصروف رہے۔ انھوں نے اپنی عبادت میں خلل ڈالنا مناسب نہ سمجھا، لیکن بادشاہ کو فکر ہوئی کہ یہ آوازیں کہاں سے آرہی ہیں۔ وہ اپنی عبادت چھوڑ چھاڑ اس مصیبت زدہ کی تلاش میں چل پڑا۔

بادشاہ بزرگ کے قریب اپنا چابک زمین میں گاڑ کر عبادت کرنے بیٹھ گیا۔

بادشاہ آواز کی سمت ابھی تھوڑی ہی دُور چلا ہو گا کہ اس کی نظر ایک قافلے پر پڑی۔ قافلے کے قریب ہی ایک آدمی کھڑا چیخ رہا تھا، "کوئی میری مدد کرو، مَیں کہاں جاؤں، میں کیا کروں؟"

بادشاہ اُس آدمی کے نزدیک گیا اور بولا، "بھائی، تم کیوں رو رہے ہو، کیا تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو؟"

آدمی نے جواب دیا، "میں ایک تاجر ہوں۔ میں اس قافلے کے ساتھ آ رہا تھا کہ آدھے راستے میں میرا اونٹ بیمار ہو گیا اور اب مرنے کے قریب ہے۔ میرے پاس کوئی دوسرا اونٹ نہیں ہے۔ یہ لوگ مجھے چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں۔ پھر یہ لوگ میرا سامان لے جانے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ میں تباہ ہو جاؤں گا۔"

بادشاہ تاجر کی رُوداد سُن کر قافلہ سالار کے پاس گیا اور اس سے صورتِ حال دریافت کی تو وہ کہنے لگا، "ہاں، اس آدمی کی یہ بات صحیح ہے، لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں، ہمارے پاس پہلے ہی بہت سامان

ہے اور کوئی فالتو اونٹ بھی نہیں ہے کہ ہم اس شخص کی مدد کر سکیں۔ تم خود سوچو کہ ہم اس کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں۔ تمھاری سمجھ میں کوئی بات آتی ہو تو تم ہی بتاؤ۔"

بادشاہ کو اس تاجر پر بڑا ترس آیا۔ اس نے تھوڑی دیر سوچا اور کہا، "اچھا، ایسا کرو کہ تم میں سے ہر شخص اس کا تھوڑا تھوڑا سامان اپنے اپنے اونٹ پر لادلے۔ اس طرح تم میں سے کسی ایک کے اونٹ پر زیادہ بوجھ بھی نہیں پڑے گا اور اُس کا سامان بھی منزل تک پہنچ جائے گا۔ اس کے بدلے میں تم اُس کا اونٹ مرنے سے پہلے ذبح کر کے گوشت آپس میں بانٹ لو۔"

قافلے والوں نے تھوڑے سے تامل کے بعد بادشاہ کی بات مان لی اور یوں اس مصیبت زدہ شخص کی پریشانی ٹل گئی۔

بادشاہ یہ کام کر کے جب اپنی عبادت کی جگہ واپس پہنچا تو اُس کی اور بزرگ کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ انھوں نے دیکھا کہ بادشاہ کا چابک تازہ ٹہنی کی طرح سبز ہو رہا ہے۔

دنیا کے دس سب سے بڑے جزیرے

جزائر	جائے وقوع	رقبہ (مربع میل)
گرین لینڈ	شمالی اوقیانوس (ڈنمارک)	۸۳۹۹۹۹
نیو گنی	جنوب مغربی بحرالکاہل (انڈونیشیا کا مغربی حصہ اور پاپوا نیو گنی کا مشرقی حصہ)	۳۱۶۶۱۵
بورنیو	مغربی اور وسطی بحرالکاہل (انڈونیشیا کا جنوبی حصہ اور ملیشیا کا شمالی حصہ)	۲۸۶۹۱۴
مدغاسکر	بحرِ ہند (ملاگاسی جمہوریہ)	۲۲۶۶۵۷
بافین	شمالی اوقیانوس (کینیڈا)	۱۸۳۸۱۰
سُماترا	شمالی مشرقی بحرِ ہند (انڈونیشیا)	۱۸۲۸۵۹
ہونشو	بحرِ جاپان۔ بحرالکاہل (جاپان)	۸۸۹۲۵
برطانیہ	شمالی مغربی یورپ (انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور ویلز)	۸۸۷۵۸
ایلس میر	بحرِ منجمد (کینیڈا)	۸۲۱۱۹
وکٹوریا	بحرِ منجمد (کینیڈا)	۸۱۹۳۰

مسلم کمرشل بینک، ہر کرم فرما کیلئے منفرد خدمت

برآمد کاروں کا بینک

زیادہ باعمل
زیادہ بااثر

صنعت کاروں کا بینک

کاشتکاروں کا بینک

کرم فرماؤں کی منفرد ضروریات ہی سے
مسلم کمرشل بینک کی پالیسی کا تعین ہوتا ہے۔

ہمارے افسران اور اہلکار آپ کے نقطۂ نظر کو
بخوبی سمجھ کر آپ کے مسائل کا انفرادی حل پیش کرتے ہیں۔
مسلم کمرشل بینک کی پیشہ ورانہ خدمات
کے ذریعے اپنے منصوبوں کو مکمل کیجئے۔

تجارت کاروں کا بینک

ہر شخص کے لئے خصوصی خدمت،
ہر ادارہ کے لئے مخصوص خدمات،
یہی وہ طرزِ عمل ہے جو مسلم کمرشل بینک
کو ہر کرم فرما کے لئے منفرد بناتا ہے۔

آزاد پیشہ حضرات کا بینک

خدمت میں پیش پیش

مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ

MCB

NAB-80

PID(I) MCB-25(U)

عینک کا نمبر بڑھ رہا ہے۔

س: میں جو عینک استعمال کرتا ہوں اس کا نمبر پانچ ہے اور ہر سال عینک کا نمبر بڑھتا ہی رہتا ہے۔ کوئی ایسا نسخہ تجویز فرمائیں جس سے کم از کم نمبر ایک جگہ ساکن ہو جائے۔

صلاح الدین احمد کامران، کراچی

ج: آپ کی نگاہ واقعی کم زور ہے اور لائقِ توجہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ صورتِ حال خلقی (پیدائشی، موروثی) ہو۔ کیا آپ کے دوسرے سگے بھائی بہن بھی اسی تکلیف میں ہیں؟ اگر ایسا ہے تو میں آپ کے لیے کسی زیادہ امید کا سامان نہیں کر سکتا۔ ویسے ایک سیر تازہ گاجروں کا رس جُوسر کی مدد سے نکال کر مہینے دو مہینے پی ڈالیے، اس سے ضرور فائدہ ہو گا۔ خمیرہ ہمدرد دے لیجیے۔ یہ گاؤ زبان اور حیاتین الف اور د کا مرکب ہے۔ صبح اور رات ۶-۶ گرام معجون مہینے دو مہینے کھا لیجیے۔

سفید نشانات

س: میرے چہرے پر سفید رنگ کے نشانات ہیں۔ میری عمر ۱۲ سال ہے۔ وجہ اور علاج بتائیں؟

محمد ارشد، راول پنڈی

س: میرے چہرے پر تین جگہ سفید داغ ہیں، جو موسم سرما میں ہوتے ہیں اور موسم گرما میں ختم ہو جاتے ہیں۔ اِس دفعہ یہ داغ ختم نہیں ہوئے۔ ڈاکٹر کو بھی دکھایا ہے، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ مہربانی فرما کر کوئی علاج بتائیں۔

ظہیر احمد، میرپور خاص

ج: میرا خیال یہ ہے کہ آپ ضرورت سے زیادہ مٹھائیاں کھا رہے ہیں اور اس وجہ سے آپ کا جگر ذرا گڑبڑ کر رہا ہے۔ ہاں، زیادہ مٹھائیاں کھانے سے جگر کا تو ستیاناس ہوتا ہی ہے، مگر

اس سے دانت بھی غلط خراب ہو جاتے ہیں اور اس سے پیٹ میں کیڑے (چنونے وغیرہ) بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ آپ کے چہرے کے سفید نشانات اس طرف اشارہ ہے کہ یا تو جگر متاثر ہے یا پھر آپ کے پیٹ میں کیڑے ہیں۔ آپ مقامی طور پر کسی حکیم ڈاکٹر سے مشورہ کر کے کوئی ایسی دوا کھا لیجیے، جس سے پیٹ کے کیڑے صاف ہو جائیں۔

نزلہ، کھانسی، زکام

س: میری عمر ۱۷ سال ہے۔ مجھے نزلہ، کھانسی، زکام بارہ ماہ رہتا ہے۔ کئی حکیموں اور ڈاکٹروں کی بھی دوائیں کھا چکا ہوں۔ دو تین دن آرام رہتا ہے پھر وہی شکایت شروع ہو جاتی ہے۔ ہر وقت ناک سے پانی بہتا رہتا ہے؟ مہربانی فرما کر علاج تجویز کیجیے۔

جی اے ملک، کوٹلی لوہاراں

ج: آپ کے لیے سب سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ آپ اپنی ناک کو صاف کرنے پر توجہ کیجیے۔ عموماً ناک میں گندگی (صاف نہ کرنے کی) وجہ سے ورم آجاتا ہے اور ناک کے اندر کی نازک جھلّی (غشائے مُخاطی) کی حِس بڑھ جاتی ہے اور نزلہ زکام کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ اگر بنفشہ کے پتّے کوٹلی لوہاراں میں مل جائیں تو ۱۲ گرام پتے پانی میں جوش دے کر چھان لیں اور اس پانی سے ناک کو دھوئیں۔ اگر نیم وہاں ہے تو نیم کے تازہ پتے پانی میں پکا کر چھان کر اس سے ناک دھوئیں۔

خمیرہ نزلی جواہر دار ۶ گرام ۱۵۔۱۶ دن کھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

آنکھوں میں درد

س: میں صبح سو کر اُٹھتی ہوں تو میری آنکھوں میں بہت درد ہوتا ہے جو تقریباً ۱۵۔۲۰ منٹ بعد ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا کیا علاج کروں؟ براہِ مہربانی جواب ضرور دیں؟

شازیہ نورین رخشندہ حنیا، ٹوبہ ٹیک سنگھ

ج: میرا گمان یہ ہے کہ یہ سَر کے اگلے حصّے (ماتھے) کا درد ہے جہاں آنکھیں ہوتی ہیں، ایسی کیفیت عام طور پر ہضم کی خرابی سے ہو سکتی ہے۔ رات کا کھانا کھا کر فوراً لیٹ جانا اور سو جانا اچھا نہیں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تکیہ سخت ہو یا ضرورت سے زیادہ اونچا نیچا ہو۔ اس پر غور کر لینا چاہیے۔ اگر غذا میں مرچیں زیادہ ہیں تو وہ ضرور کم کرنی چاہییں۔ مرچوں کے زیادہ استعمال سے تکلیف ہوتی ہے۔ اگر صبح اٹھتے ہی —— آنکھوں پر ٹھنڈے پانی کے چھپکے مارے جائیں تو اس

تکلیف کو رفع کیا جاسکتا ہے۔

گھٹنوں میں درد

س: میری دادی کی عمر ۶۰ سال ہے۔ ان کے گھٹنوں میں ہمیشہ درد رہتا ہے۔ رات کو درد کی وجہ سے نیند نہیں آتی۔ کوئی علاج بتائیے۔
محمد سعید، حیدر آباد

ج: جب عمر زیادہ ہو جائے یا غذائی نظام کی کسی خرابی کی وجہ سے، مثلاً حد سے زیادہ گوشت کھانے سے، یا کسی حادثے کی وجہ سے، گھٹنوں کے جوڑوں میں تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ تبدیلیاں ایسی ہوتی ہیں کہ جوڑ آزادی کے ساتھ حرکت نہیں کر سکتے۔ اسی کا نام جوڑوں کا درد ہے۔ میں محترمہ دادی جان کی زیادہ اچھی مدد نہیں کر سکوں گا۔ درد دُور کرنے والی دوائیں استعمال ضرور کی جاتی ہیں، مگر اُن کا اثر عارضی ہوتا ہے اور جو تبدیلیاں جوڑوں میں آجاتی ہیں، عارضی اثر والی دوائیں اُن کا علاج نہیں کر سکتیں۔ اچھا آپ ایسا کریں کہ کسی دوا خانے سے صعتر فارسی حاصل کر لیں اور ۹۔۹ گرام یہ بوٹی صبح و شب پانی میں خوب جوش دے کر دادی جان کو مہینہ بھر تک پلائیے۔ دیکھیے کیا رہتا ہے۔

سنائی کم دیتا ہے

س: مجھے بچپن میں موتی جھرا ہوا تھا، جس کی وجہ سے کم سُنائی دیتا ہے اور کانوں سے پیپ بھی آتی ہے۔ براہِ کرم کوئی دوا تجویز فرمائیے۔
اسامعین، حیدر آباد

ج: موتی جھرا (ٹائی فائڈ فیور) اگر بگڑ جائے اور دل و دماغ اس خرابی سے متاثر ہو جائیں تو سماعت (سننے کی طاقت) میں کسی نہ کسی حد تک فرق آسکتا ہے۔ اب آپ نے یہ تو بتایا نہیں کہ کیا کانوں سے پیپ بھی بچپن ہی سے اور موتی جھرے کے بعد سے ہی آرہی ہے۔ یا یہ بعد کی کوئی کیفیت ہے۔ مناسب یہی ہے کہ آپ حیدر آباد میں کان کے امراض کے کسی ماہر سے مشورہ لیں۔

آواز صاف نہیں

س: میری آواز صاف نہیں ہے، میں کیا کروں جس سے میری آواز صاف ہو جائے؟
محمد اسلم شاہد چوہان، منچن آباد

ج: ممکن ہے کہ آپ کے حلق میں ورم ہو اور اوتار الصوت (آواز کی ڈوریاں) اس سے متاثر ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ آپ کو نیم گرم نمکین پانی سے غرارے کرنے چاہییں۔ اس کے علاوہ ملیٹھی

(اصل السوس مقشر) ٦ گرام کو پانی میں جوش دے کر چھان کر اس میں شربت تُوت سیاہ ۱۲ گرام ملا کر پینا چاہیے۔

لُکنت = ہکلا پن

س: میری عمر ۱۶ سال ہے۔ میری زبان میں لکنت ہے، جس سے میں بہت پریشان ہوں۔ بہت آہستہ بولنے کی کوشش کرتا ہوں، آواز نہیں نکلتی۔ آپ کوئی علاج بتائیے۔

عابد کمال، کراچی

س: میرا ایک دوست ہے جس کی زبان میں لکنت ہے، وہ جو بات کرتا ہے اٹک اٹک کر کرتا ہے۔ جس سے وہ احساسِ کم تری کا شکار ہو گیا ہے۔ براہِ کرم آپ کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ وہ تیزی سے بولنا شروع کر دے۔

محمود ہارون چھوٹانی، رام سوامی کراچی

ج: لُکنت درحقیقت احساسِ کم تری کا اظہار ہے۔ اکثر و بیش تر بچّے کسی نہ کسی حادثے کے نتیجے میں اس کیفیت سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ اس صورتِ حال کا مُداوا کوئی دوا تو نہیں ہے۔ اگر دوا کا فائدہ ہے تو اس کا کام صِرف اس حد تک ہے کہ ذہن کو قوی کر دے اور دماغی طاقت میں اضافہ کر دے تاکہ خود اعتمادی پیدا ہونے میں اس سے مدد مل جائے۔ ورنہ درحقیقت لکنت پر قابو پانے کے لیے خود اعتمادی اور بولنے کی از سرِ نَو مشق ہی بہترین تدبیر ہے۔ دوا کے طور پر خمیرہ ہمدرد کھایا جاسکتا ہے۔ دوستوں کے ساتھ زیادہ رہیے، خوب بولنے کی کوشش کیجیے۔ آہستہ آہستہ روانی سے بولنے کی عادت ہو جائے گی۔

بار بار پیشاب آتا ہے

س: میرا مثانہ کم زور ہے۔ پیشاب بہت آتا ہے۔ علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ بہت پریشان ہوں۔ دسویں جماعت کا طالبِ علم ہوں۔ پڑھتے وقت بار بار اُٹھنا پڑتا ہے۔ مہربانی کر کے کوئی نسخہ اور مشورہ تحریر فرمائیں۔

نصر اللہ طاہر، بہاول نگر

ج: اگر آپ نے اپنے پیشاب کا کیمیائی امتحان (پیتھالوجیکل ٹیسٹ) کرا لیا ہے اور اس میں شکر نہیں ہے تو پھر بھی یہ سوال ہے کہ مثانہ کم زور ہے یا گُردے ضرورت سے زیادہ کام کر رہے ہیں اور زیادہ پیشاب بنا رہے ہیں۔ عام حالات میں جوارش زرعونی سادہ ٦ گرام صبح و شب کھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اسے ۱۰۔ ۲۰ دن کھا کر دیکھ لیجیے۔

انوکھے کھیل - دل چسپ معلومات

کھیل کود کی عجیب و غریب دنیا کی کچھ اور حیرت انگیز اور دل چسپ باتیں لکھی جا رہی ہیں جن کا تعلق مختلف کھیلوں سے ہے۔

مختصر ترین رِکارڈ

سب سے پہلے ایک خاتون سے ملیے جن کا قائم کردہ پانچ کرتبوں کا رکارڈ صرف چار سیکنڈ تک قائم رہا۔

یہ روس کی روکا وشنیکو وا تھیں جنھوں نے ۲۴۔ جولائی ۱۹۸۰ء کو پینٹا تھلون ورلڈ رِکارڈ قائم کیا، مگر ابھی چار سیکنڈ ہی ہوئے تھے کہ ان کی ہم وطن نازدیدا کا شنکوتے یہ رِکارڈ توڑ دیا۔ خیال رہے کہ پینٹا تھلون کا کھیل جمناسٹک کی ایک شکل ہے، جو پانچ کرتبوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

سب سے کم عمر اور سب سے بوڑھے کھلاڑی

دنیا میں جس لڑکی نے سب سے کم عمری میں بین الاقوامی اعزاز حاصل کیا وہ جمیکا کی آٹھ سالہ جوائے فوسٹر تھی، جو ۱۹۵۸ء میں سنگلز اور مکسڈ ڈبلز ٹیبل ٹینس چیمپئن بنی۔ دنیا کے سب سے بوڑھے کھلاڑی سوئیڈن کے اوسکر گومر سواہن ہیں، جنھوں نے ۷۲ سال ۲۸۰ دن کی عمر میں ۲۶۔ جولائی ۱۹۲۰ء کو اینٹ وَرپ اولمپک میں شوٹنگ کا نقری تمغا جیتا۔ ان کو ۱۹۲۴ء کے اولمپک کے لیے بھی چُنا گیا، مگر وہ بیماری کی وجہ سے حصّہ نہ لے سکے۔

کئی کھیلوں والے کھلاڑی

شیر ولیٹ لوٹی ڈوڈ (۱۸۷۱ء تا ۱۹۶۰ء) کئی کھیلوں میں مہارت رکھتی تھیں۔ انھوں نے ۱۸۸۷ء سے ۱۸۹۳ء تک پانچ مرتبہ ومبلڈن سنگلز ٹائٹل جیتا۔ ۱۹۰۴ء میں برٹش لیڈیز گولف چیمپین

شپ جیتی۔ ۱۹۰۸ء کے اولمپک میں شمشیر زنی میں نقرئی تمغا حاصل کیا۔ ۱۸۹۹ء میں انگلستان کی قومی ہاکی ٹیم سے کھیلیں۔ وہ اسکیٹنگ میں بھی مہارت رکھتی تھیں۔

امریکا کی ملڈریڈ ڈڈرکسن باسکٹ بال کی قومی کھلاڑی تھیں۔ انھوں نے ۱۹۳۲ء کے اولمپک میں ہائی جمپ میں نقرئی تمغا جیتا۔ جویلین تھرو اور رکاوٹوں کی دوڑ میں سونے کے تمغے حاصل کیے، پھر وہ پیشہ ور باکسر بن گئیں۔ ایک وقت وہ بھی آیا جب انھوں نے گولف کھیلنی شروع کردی اور ۱۹ بار چیمپئن شپ جیتی، جن میں یو ایس ویمین اوپن چیمپئن شپ اور آل امریکن اوپن چیمپین شپ شامل تھیں۔ انھوں نے بیس بال کی سب سے لمبی تھرو (۲۹۶ فیٹ) کا رکارڈ بھی قائم کیا جو ابھی تک قائم ہے۔

رکارڈز کی بھرمار

۲۴ جنوری ۱۹۷۰ء سے یکم نومبر ۱۹۷۷ء تک روس کے ویسیلی الیگزیف نے ویٹ لفٹنگ کے اسّی عالمی رکارڈ توڑے۔

سب سے چھوٹا اور سب سے بوڑھا چیمپئن

سب سے کم عمری میں اولمپک میں جیتنے والا امریکا کا مارجوری گیسٹرنگ ہے جس نے ۱۲ اگست ۱۹۳۶ء کو برلن اولمپک میں صرف تیرہ سال کی عمر میں اونچائی سے پانی میں غوطہ لگانے کا ٹائٹل جیتا۔ اوسکر جی سواہن نے اس کے برعکس ۱۹۱۲ء کے اولمپک میں شوٹنگ کا سونے کا تمغا حاصل کیا۔

طویل ترین چیمپئن شپ

کسی کے طویل عرصے تک چیمپئن بنے رہنے کی زیادہ سے زیادہ مدت ۳۳ سال ہے۔ یہ کارنامہ فرانس کے جیکوئیز ایڈمنڈ بارلے نے انجام دیا جو ۱۸۲۹ء سے ۱۸۶۲ء تک ٹینس کے عالمی چیمپئن رہے۔

سب سے زیادہ آمدنی

کھیلوں میں اگر کسی شخصیت نے سب سے زیادہ کمائی کی ہے تو وہ سابق عالمی چیمپئن

عظیم باکسر محمد علی ہیں جنھوں نے اکتوبر ۱۹۸۰ء تک چھے کروڑ اسی لاکھ ڈالر کمائے تھے۔
دنیا میں سب سے زیادہ کمائی کرنے والی خاتون کھلاڑی ٹینس چیمپین مارٹینا نیورتلووا ہیں، جنھوں نے صرف ایک سال یعنی ۱۹۸۰ء میں آٹھ لاکھ ڈالر کمائے۔

سب سے بڑی ٹرافی

کسی بھی کھیل میں دنیا کی سب سے بڑی ٹرافی بنگلور لمیٹڈ ہینڈی کیپ پولو ٹورنامنٹ ٹرافی ہے۔ یہ ٹرافی کپ چھے فیٹ اونچا ہے۔ یہ پہلی بار ۱۹۳۶ء میں کولا نکا کے راجا نے جیتنے والی ٹیم کو پیش کی تھی۔

سب سے مہنگا کھیل

دنیا میں سب سے مہنگا کھیل بڑی کشتیوں کی دوڑ ہے جس میں دنیا کے ارب پتی سرمایہ دار اور صنعت کار ہی حصّہ لے سکتے ہیں۔

سب سے زیادہ تماشائی

دنیا میں سب سے زیادہ تعداد میں تماشائی اکتوبر ۱۹۷۹ء میں نیویارک میراتھن ریس کے موقعے پر جمع ہوئے۔ جب یہ ریس ہوئی تو شہر کی سڑکوں کے دونوں جانب پچیس لاکھ افراد جمع تھے۔ یہ ریس مسلسل چار سال تک امریکا کے بل روجرز نے جیتی۔ تاہم ٹور دی فرانس کی سالانہ ریس کو جو ۲۳ دن تک جاری رہتی ہے ایک اندازے کے مطابق ایک کروڑ سے زیادہ افراد دیکھتے ہیں۔
سب سے زیادہ تماشائی دنیا میں فرانس کی سالانہ گرانڈ پری اینڈیورنس ریس دیکھنے گئے جن کی تعداد چار لاکھ تھی۔ اس کے علاوہ ۱۶ جولائی ۱۹۵۰ء کو ریوڈی جنیرو (برازیل) کے میونسپل اسٹیڈیم میں برازیل اور یوراگوئے کا جو فٹ بال میچ ہوا اسے ایک لاکھ نوّے ہزار افراد نے دیکھا، جو ایک ریکارڈ ہے۔
ٹی وی ناظرین کی سب سے زیادہ تعداد کا ریکارڈ چالیس کروڑ کا ہے جنھوں نے ۱۹۷۸ء کا ورلڈ کپ فٹ بال فائنل دیکھا۔

اخبار نونہال

اکثر نونہال جو خبریں بھیجتے ہیں، اُن کے ساتھ اخبار یا رسالے کا تراشہ نہیں بھیجتے نہ اخبار، رسالے یا کتاب کا نام لکھتے ہیں، اس لیے اُن کی خبریں اچھی ہونے کے باوجود شائع نہیں کی جاسکتیں۔ نونہالوں سے درخواست ہے کہ وہ ہر خبر کا اوّل تو کوشش کریں کہ تراشہ ساتھ لگائیں جس پر اخبار وغیرہ کا نام بھی لکھا ہو۔ اگر تراشہ نہ بھیج سکیں تو کتاب، اخبار یا رسالے کا نام اور تاریخ ضرور لکھا کریں۔ بات یہ ہے کہ ہم ہمدرد نونہال میں کوئی ایسی چیز شائع نہیں کرنا چاہتے جس کی کوئی سند یا حوالہ نہ ہو، کیوں کہ ہمدرد نونہال کے سب پڑھنے والے اس رسالے پر اعتبار کرتے ہیں اور اس میں چھپی ہوئی ہر چیز کو صحیح سمجھتے ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھیے کہ آپ کی ہر تحریر کاغذ کے صرف ایک طرف ہو اور آپ کا پورا پتا اس پر لکھا ہو۔ شکریہ۔

اُڑن کرسی

امریکی خلائی ادارے ناسا کے ڈاکٹر جان براؤن نے ایک ایسی کُرسی ایجاد کی ہے جو ہوائی جہاز کی طرح فضا میں اُڑ سکتی ہے۔ یہ گردن کے اشارے پر چلتی ہے۔ اس کا رُخ موڑنے کے لیے گردن کو مطلوبہ سمت میں گھمانا پڑتا ہے۔

مرسلہ: ریاض احمد ہاشمی، کراچی

سانپ خور بکرا

وادیِ کاغان میں ایک ایسا بکرا پایا جاتا ہے جو اگر پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہو اور اسے نیچے سانپ دکھائی دے تو وہ سَر کے بَل چھلانگ لگا دے گا اور سانپ کو نگل جائے گا۔ اس کا سَر

اتنا سخت ہوتا ہے کہ اسے چوٹ نہیں لگتی۔ اگر سانپ بھاگ کر کسی بِل میں گھس جائے تو بکرا اس بِل پر ناک رکھ کر اس زور سے سانس کھینچتا ہے کہ ہوا کی طاقت سے سانپ باہر آجاتا ہے۔ سانپ کھانے کے بعد بکرا جڑی بوٹیاں کھاتا ہے، جس کی وجہ سے سانپ کے زہر کا اثر نہیں ہوتا۔ بعد میں بکرا کھڑا ہو کر جُگالی کرنے لگتا ہے۔ اس دوران اس کے منھ سے رال گرتی ہے جس جگہ رال گرتی ہے وہ جم کر پتھر بن جاتی ہے۔

مرسلہ: شبانہ صدیق، اروہڑی

عجیب و غریب گھڑی

سوئٹزرلینڈ کی اومیگا واچ کمپنی نے ایک گھڑی ایجاد کی ہے، جس میں ایک ایسا بٹن لگا ہوا ہے جو ۹ مختلف قسم کے کام انجام دیتا ہے۔ مثلاً الارم، اسٹاپ واچ، انڈیکیٹر، ٹائم سٹنگ، لوکل ٹائم، دن، تاریخ اور مہینہ وغیرہ۔

مرسلہ: محمد ساجد، تمہا بالا

حیرت انگیز یادداشت

فرانس کا وزیرِ اعظم لیون گمبٹیا حیرت انگیز یادداشت کا مالک تھا۔ اسے انقلابِ فرانس (۱۸۳۸ء تا ۱۸۸۲ء) کے تمام ممتاز رہنماؤں کی تقریریں زبانی یاد تھیں۔ وہ انھیں حرف بہ حرف دہرا سکتا تھا۔ اپنی یادداشت کی مدد سے وہ فرانس کا سالانہ بجٹ پورے کا پورا بیان کر سکتا تھا اور ہزاروں اعداد و شمار میں سے ایک ہندسے کی غلطی بھی نہیں کرتا تھا۔

مرسلہ: محمد حبیب صدیقی، نئی کراچی

جڑواں بھائیوں کی مشکل

ڈیٹرائیٹ میں دو جُڑواں بھائیوں نے دو جڑواں بہنوں سے شادی کی۔ دونوں کے ہاں جُڑواں بیٹے پیدا ہوئے۔ ان چاروں بچّوں کی شکلیں بالکل ایک جیسی تھیں اور ان کے والدین بھی انھیں پہچان نہیں سکتے تھے۔ مزے کی بات یہ کہ بچّے بھی اپنے والدین کو پہچاننے میں غلطی کر جاتے تھے۔ اس کا حل انھوں نے یہ نکالا کہ ایک بھائی اپنے بچّوں کو سفید کپڑے پہناتا تو دوسرا سیاہ۔ اس طرح وہ کپڑوں سے اپنے بچّوں کو پہچاننے لگے۔

مرسلہ: عدیل قریشی، کراچی

پھوڑے پھنسی اور
خارش کا ایک علاج
مگر فسادِ خون سے بچنے کے لئے صافی بہتر ہے
خون میں سرایت کئے ہوئے فاسد مادے
پھوڑے پھنسیوں اور کئی دوسری جِلدی بیماریوں
کوجنم دیتے ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے صافی باقاعدگی
کے ساتھ استعمال کیجئے۔ خُون کی صفائی اور جِلدی
بیماریوں سے محفوظ رہنے کا مفید ذریعہ ہے۔
SAFI
صافی
جڑی بوٹیوں
سے تیار شدہ
صافی
ہمدرد
سے خون بھی صاف، جلد بھی صاف

تحفے

مسکراتے جملے ـــــ عظیم اقوال ـــــ انوکھے نکتے ـــــ دِل چسپ تحریریں

رانگ نمبر

مرسلہ: محسن رجب علی، نواب شاہ

ایک اور سنگین غلط فہمی جس میں عوام و خواص مبتلا ہیں اور جس کا ازالہ میں رفاہِ عام کے لیے نہایت ضروری خیال کرتا ہوں، یہ ہے کہ مرغیاں دڑبے اور ٹاپے میں رہتی ہیں۔ میرے ڈیڑھ سال کے مختصر، مگر بھرپور تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ مرغیاں دڑبے کے سوا ہر جگہ نظر آتی ہیں اور جہاں نظر نہ آئیں وہاں اپنے نزول و ورود کے ناقابلِ تردید ثبوت چھوڑ جاتی ہیں۔ ان آنکھوں نے بارہا غسل خانے سے انڈے اور کتابوں کی الماری سے جیتے جاگتے چوزے نکلتے دیکھے۔ لحاف سے کڑک مرغی اور دڑبے سے شیو کی پیالی برآمد ہونا روزمرّہ کا معمول ہو گیا۔ اور یوں بھی ہوا کہ ٹیلے فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اُٹھایا، مگر میرے ہیلو کہنے سے پیشتر ہی مرغ نے میری ٹانگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اذان دی اور جن صاحب نے ازراہِ تلطف مجھے یاد فرمایا تھا انھوں نے "سوری! رانگ نمبر" کہہ کر جھٹ فون بند کر دیا۔

ـــــ مشتاق احمد یوسفی

فراق گورکھپوری

مرسلہ: سرفراز عارف، کراچی

* ایک بار الٰہ آباد کے ایک شاعر فراق کی موجودگی میں اپنا کلام سُنا رہے تھے۔ ان کے کلام میں ایک مصرع فراق صاحب کا تھا۔ فراق نے ٹوکا تو شاعر صاحب کہنے لگے کہ کبھی کبھی خیالات ٹکرا بھی جاتے ہیں۔ فراق نے برجستہ جواب دیا، "بھئی سائکل سے سائکل ٹکرانا تو ٹھیک ہے، مگر سائکل سے کبھی ہوائی جہاز نہیں ٹکرا سکتا۔"

* ایک بار کانپور کے مشاعرے میں جب فراق گورکھپوری پڑھ چکے تو ان کے بعد جس شاعر کو دعوتِ کلام دی گئی اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا، "فراق صاحب جیسے بزرگ شاعر کے بعد میں کس طرح پڑھ سکتا ہوں۔" فراق صاحب نے برجستہ کہا، "میاں، جب تم میرے بعد پیدا ہو سکتے ہو تو میرے بعد کیوں پڑھ نہیں سکتے۔"

* اسی مشاعرے میں جب ایک شاعر اپنا کلام پڑھ رہے تھے تو نشور واحدی نے ٹوکا، "شعر میٹر سے بے نیاز ہے۔" فراق نے جواب میں کہا، "پڑھنے دو، یہ زمانہ میٹر کا نہیں کیلو میٹر کا ہے۔"

حاضر جوابی

مرسلہ: رضوانہ عمر، کراچی

ایک دن احمد شاہ قاچار والیِ ایران نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ بتاؤ سامنے والے بڑے حوض میں کتنے پیالے پانی ہوگا؟ وزیر نے جواب دیا، "یہ سوال آپ کسی طالبِ علم سے پوچھیے جو اس علم کے بارے میں جانتا ہو۔" چناں چہ ایک طالبِ علم کو بُلایا گیا اور یہ سوال پوچھا گیا۔ اس نے دریافت کیا، "جناب، وہ پیالہ کتنا بڑا ہوگا؟ اگر وہ نصف حوض کے برابر ہوگا تو حوض میں دو پیالے پانی ہوگا، اگر پیالہ حوض کا تہائی ہوگا تو تین پیالے، اگر چوتھائی ہوگا تو چار پیالے۔ اسی طرح اگر پیالہ حوض کا ہزارواں حصّہ ہوگا تو ہزار پیالے پانی حوض میں ہوگا۔ احمد شاہ اس بَرجستہ حاضر جوابی پر بہت خوش ہوا اور طالبِ علم کو انعام و اکرام سے نوازا۔

ایک شعر

مرسلہ: ایس۔ ایم کامران، کراچی

جس کو صدی سمجھ کے زمانہ تھا مطمئن
جھپکی جو آنکھ، ہاتھ سے وہ پَل نکل گیا

خدا کی پناہ

مرسلہ: سہیل احمد، دولت نگر

مِلٹن سے کسی نے پوچھا، "اپنی لڑکیوں کو کتنی زبانوں میں ماہر کرنا چاہتے ہو؟"

مِلٹن نے جواب دیا، "جنابِ والا، عورتوں کی ایک زبان سے ہی بے چارے مردوں کو پناہ نہیں ملتی اگر وہ چار ہو گئیں تو خدا کی پناہ۔"

آپ کتنے حسین ہیں ؟

مرسلہ: ایس۔ اے۔ عزیزی، لانڈھی

اگر آپ آئینے سے پوچھتے ہیں کہ آپ کتنے حسین اور کتنے پُرکشش ہیں تو اس سے بڑی بھول اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ جاننے کے لیے کہ آپ واقعی کتنے پُرکشش ہیں اپنے اندر جھانک کر دیکھیے۔ اپنا حُسن پرکھنے کے لیے آئینے کو نہیں اپنی روح کو دیکھیے۔ وہی آپ کو اس سوال کا جواب دے سکتی ہے کہ آپ کتنے حسین ہیں۔ پھر آپ دیکھیں کہ آپ میں آہستہ آہستہ کس طرح تبدیلی ہوتی ہے اور بیرونِ دنیا میں آپ کی شخصیت کتنی نکھرتی اور پُرکشش بن جاتی ہے۔

بے وقوفی

مرسلہ: نسیم اختر، کراچی

کمرے کے اندر چھت پر بیٹھی ایک مکّھی نے دوسری مکّھی سے کہا:

"یہ انسان بھی کتنے بے وقوف ہوتے ہیں ہزاروں رُپے خرچ کر کے چھت بنواتے ہیں اور چلتے زمین پر ہیں۔"

سوچ

مرسلہ: کامران احمد نعمانی، کراچی

بُرے لوگ جو سوچتے ہیں وہ اکثر پورا ہو جاتا ہے، لیکن اچھے لوگ جو سوچتے ہیں وہ مشکل ہی سے

پورا ہوتا ہے۔ جب ہی تو انسان بُرائی کی طرف جلدی مائل ہو جاتا ہے، کیوں کہ اچھائی کی طرف مائل ہونے اور صحیح راستہ اختیار کرنے کے لیے اسے کڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو اس کے لیے نہ صرف مشکل بلکہ بے حد کٹھن اور دشوار گزار ہے۔

سنہرے اقوال

مرسلہ: ریحان احمد، کراچی

* کسی کام یابی پر اگر خوف غالب آجائے تو وہ ناکامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
* جو لوگ ملک و ملّت کی بھلائی چاہتے ہیں وہ غیر کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا کرتے۔
* جب تک کسی کو غصّے میں نہ دیکھو اُس کے اخلاق پر اعتماد نہ کرو۔
* ایسے فائدے سے درگزر کرو جو دوسروں کے لیے نقصان کا باعث ہو۔
* سب سے بڑی خیانت قوم سے غدّاری ہے۔

وقت نامہ

مرسلہ: سید راشد زیدی، سکھر

مولانا روم نے کہا:

وقت ہمارے پاس اس طرح آتا ہے جیسے کوئی دوست بھیس بدل کر اور تحفے لے کر آتا ہے۔ ہم اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے تو وہ چپ چاپ اپنے تحفوں کے ساتھ واپس چلا جاتا ہے۔

امام غزالی نے فرمایا:

"وقت کو پیچھے سے مت پکڑو اسے آگے سے روک کر اس پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ وقت خام مسالے کی طرح ہے، جس سے تم جو کچھ چاہو بنا سکتے ہو۔"

افلاطون کا قول ہے:

وقت ایک ایسی زمین ہے، جس میں محنت کیے بغیر کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اگر محنت کی جائے تو زمین پھل دیتی ہے۔ اگر بے کار چھوڑ دی جائے تو اس میں صرف خاردار جھاڑیاں اُگ آتی ہیں۔"

فیثاغورس کی نصیحت ہے:

"وقت روئی کے گالوں کی طرح ہے۔ عقل و حکمت کے چرخے میں کات کر اُس کے قیمتی کپڑے بنا لو ورنہ جہالت کی آندھی اُسے اُڑا کر دُور پھینک دے گی۔"

کاتب کی شکایت

مرسلہ: محمد عامر خان غوری، شاہ پور چاکر

اکبر الہ آبادی کاتبوں کی غلط نویسی سے بہت عاجز تھے۔ ایک بار انھوں نے ماہ نامہ "الناظر" کے ایڈیٹر مولانا ظفر الملک علوی کو ایک خط میں لکھا:

"میں اپنے مسودات خود نہیں پڑھ سکتا۔ کاتب صاحب ایسے ذی استعداد ہیں کہ میں لکھتا ہوں، "کونسلوں میں سیٹ" اور وہ لکھتے ہیں "گھونسلوں میں بیٹ"۔"

حکایت

مرسلہ: جمشید اقبال قریشی، بہاول پور

ایک طالب علم نے باپ سے کہا، "واعظوں

کے وعظ میرے دل پر کوئی اثر نہیں کرتے، کیوں کہ اُن کا قول و فعل یکساں نہیں ہوتا۔"

ترکِ دنیا ہمیں سکھاتے ہیں
آپ لوگوں کا مال کھاتے ہیں
قول ہی قول جب ہو عالِم کا
اُس کی باتوں میں پھر اثر ہو کیا
ہے وہ عالِم جو فعلِ بد نہ کرے
نہ کہ ہم کو ڈرا کے خود وہ کرے

باپ نے فرمایا، "بیٹا! نصیحت کرنے والوں کی نصیحت سے منھ موڑنا اور عالموں پر طعن توڑنا نیک بختی کی دلیل نہیں، وعظ کی مجلس بزاز کی دُکان کی طرح ہے جس طرح وہاں دام دیے بغیر مال نہیں مِل سکتا، اسی طرح یہاں بھی اعتقاد کے بغیر فائدہ نہیں ہو سکتا۔" ـــــ شیخ سعدیؒ

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

مرسلہ: محمد زاہد قریشی، شہداد پور

* عظیم انگریز ناقد اور لغت نویس ڈاکٹر جانسن کبھی کبھی بعض ملاقاتیوں سے بچنے کے لیے چھُپ کر بیٹھ جاتا تھا، مگر یہی شخص جب اپنے دوستوں کی محفل میں شرکت کرتا تو محفلیں طویل ترین ہو جاتیں۔ بسا اوقات جانسن ایک نشست میں چائے کی پچیس پیالیاں پی جاتا۔
* مشہور مصنّف الگزنڈر ڈوما رسالوں کے لیے اپنے مضامین گلابی کاغذ پر، اپنی نظمیں پیلے کاغذ پر اور اپنے ناول نیلے کاغذ پر لکھتا تھا۔
* مختصر افسانے کا بانی ایڈگر ایلن پو لکھتے وقت اکثر اپنی بلّی کو اپنے کندھے پر بٹھا لیتا تھا۔

جدائی کے داغ

مرسلہ: سحر گل قدوس، ہزارہ

زندگی میں کبھی کبھی ایسے لمحات آتے ہیں کہ انسان اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکتا۔ بعض دفعہ اتنے پیارے لوگ بچھڑ جاتے ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا اور انسان ان پیاروں کی یاد میں آنسوؤں کا سمندر بھی بہا دے تب بھی جدائی کے داغ تو نہیں مٹ پاتے۔ زندگی مسلسل ایک دھوکا ہے۔

دوستی کا راز

مرسلہ: سید مظہر علی، شہداد پور

مجھے عمر کے اوائل میں دوستی کا عظیم ترین راز معلوم ہو گیا تھا۔ کسی کو مطلب کے حصول کے لیے دوست نہ بناؤ۔ خود غرضی کو کبھی بیچ میں نہ آنے دو۔ دوستوں کی مدد کرو۔ انھیں تکمیل کا آلۂ کار نہ بناؤ۔

ـــــ کیرل بائینڈر

آمدنی اور خرچ

مرسلہ: ہما اختر، لاڑکانہ

جو شخص آمدنی کی تہائی سے زیادہ خرچ نہیں کرتا وہ خوش نصیب ہے اور جو نصف خرچ کرتا ہے وہ کفایت شعار، مگر نصف سے زیادہ خرچ کرنے والا فضول خرچ ہے۔

• مہمانِ خصوصی جناب حکیم محمد سعید، صدرِ مشاعرہ جناب شان الحق حقی اور ننھی شاعرہ تبسم خالد

کراچی اور لاہور میں

ہمدرد نونہال مشاعرہ

بچّوں کے پہلے مشاعرے کی دل چسپ رو داد

"اب میں مشہور شاعر جناب ..... سے درخواست کروں گا کہ وہ مائیک پر تشریف لائیں اور اپنی نظم عطا کریں۔"

یہ ایک مشاعرے کا روایتی اعلان ہے۔ آپ بھی مشاعروں میں شریک ہوئے ہوں گے اور اب تو گھر بیٹھے ٹی وی پر بھی مشاعرے دیکھے اور سُنے جاتے ہیں، لیکن شاید آپ نے کوئی ایسا مشاعرہ نہ دیکھا ہو جس میں بڑے بڑے شاعروں کی جگہ صرف نونہال شاعروں نے ہی اپنی نظمیں سنائیں۔ جی ہاں ایک ایسا مشاعرہ بھی پاکستان میں ہوا۔ ہم اس مشاعرے کا حال آپ کو بتاتے ہیں۔

یہ انوکھا مشاعرہ تھا "ہمدرد نونہال مشاعرہ"، جو کراچی اور لاہور میں ۲۱ مارچ ۱۹۸۴ء کو منعقد ہوا۔

فرحین زہرہ

پاکستان اور ہندستان کی تاریخ میں یہ پہلا مشاعرہ تھا۔(۱) جس میں صرف بچّوں نے اپنی نظمیں پڑھیں۔ (۲) جس میں بڑے شاعر اپنا کلام سنانے نہیں بلکہ بچّوں کا کلام سننے کے لیے آئے تھے۔(۳) جو پاکستان کے دو بڑے شہروں میں ایک ہی تاریخ بلکہ ایک ہی وقت میں ہوا۔

ہمدرد نونہال مشاعرہ دراصل یونیسکو کے ایک پروگرام کی تائید اور مطابقت میں کیا گیا تھا۔ آپ جانتے ہیں یونیسکو اقوام متحدہ کا ایک ادارہ ہے جو تعلیم، سائنس اور ثقافت کے معاملات میں دنیا کے ملکوں میں رابطہ پیدا کرتا ہے اور اچھے اچھے کام کرتا ہے۔ یونیسکو نے چند سال سے بچّوں کی شاعری کا عالمی دن منانا شروع کیا ہے۔ یونیسکو ہر سال ایک عنوان مقرر کرتا ہے اور بچّوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس عنوان پر نظموں میں اپنے خیالات ظاہر کریں۔ اِس سال (۱۹۸۴ء) یونیسکو نے جو عنوان مقرر کیا تھا وہ تھا:

"آؤ ایک بے خوف دنیا تعمیر کریں"

دیکھا آپ نے کتنا اچھا عنوان ہے۔ آج انسان نے بہت ترقی کر لی ہے۔ سائنس کی یہ دولت روزانہ نئی نئی ایجادات سامنے آ رہی ہیں، جن کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ان ایجادات کی

مشاعرے کے سامعین (کراچی)

مدد سے کام بڑی آسانی سے اور بہت جلدی ہو جاتے ہیں۔ یہ تو ہے، مگر اسی کے ساتھ سائنس سے کچھ نقصانات بھی ہو رہے ہیں۔ مثلاً سائنسی ترقی کی وجہ سے ایسے ایسے ہتھیار ۔ تباہ کُن ہتھیار ایجاد ہو گئے ہیں کہ ان کا حال پڑھ کر ہی آدمی لرز جاتا ہے اور خوف سے کانپنے لگتا ہے، لیکن اس میں سائنس کا کیا قصور ہے۔ قصور تو اس میں اُن لوگوں کا ہے جنھوں نے اپنے علم کو انسان کے فائدے اور خدمت کے بجائے دنیا کو تکلیف پہنچانے اور تباہ کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اسی لیے لوگ یہ بھی سوچنے لگے ہیں کہ دنیا سے خوف کو ختم کرنا چاہیے تاکہ انسان بے خوف ہو کر زندگی گزارے اور امن و راحت کا دَور دورہ ہو۔ یونیسکو کا یہ عنوان بھی اسی سوچ کا ترجمان ہے۔ ہمارے ملک کی محبوب شخصیت جناب حکیم محمد سعید کے خیالات بھی ایسے ہی ہیں۔ وہ بھی انسان کی بھلائی کے لیے دن رات سوچتے رہتے ہیں۔ چناں چہ انھوں نے سوچا کہ ہمارے ملک کے بچّوں کو بھی یہ موقع ملنا چاہیے کہ ایک بے خوف دنیا تعمیر کرنے کے لیے ان کے خیالات اور ان کے ارادے ظاہر کریں۔ ہمدرد نونہال مشاعرہ اسی جذبے کے تحت منعقد کیا گیا۔ حکیم صاحب کی ہدایت کے مطابق ہمدرد نونہال کے مدیر مسعود احمد برکاتی نے انتظامات شروع کیے۔

۲۱۔مارچ ۱۹۸۴ء کی شام کو آرٹس کاؤنسل کراچی میں لوگ جمع ہونے شروع ہوئے۔کشادہ ہال میں بہت بڑا اسٹیج بنایا گیا تھا۔اسٹیج پر کرسیوں کے بجائے قالین بچھے ہوئے تھے۔مشاعرہ ہمارے ملک کی بہت پرانی روایت ہے۔یہ روایت کسی اور ملک میں ہو گی بھی تو پاکستان، ہندُستان ہی سے گئی ہو گی۔مشاعرہ دراصل ادبی ذوق، اور شاعری کی تربیت کا بڑا اچھا ذریعہ ہے۔اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ادب اور شاعری تہذیب کی علامت ہیں۔اس سے نہ صرف ذہنی تفریح ہوتی ہے بلکہ روح کو توانائی بھی ملتی ہے۔آپ نے مرزا فرحت اللہ بیگ کی کتاب "دِلی کی آخری شمع" ضرور پڑھی ہو گی۔نہیں پڑھی تو ضرور پڑھنا۔تو صاحب، ہمدرد نونہال مشاعرے کے لیے "نونہال شاعر" پہنچ چکے تھے۔سامعین بھی چلے آرہے تھے۔ان میں ہمارے ملک کے مشہور شاعر بھی تھے۔جو کسی مشاعرے میں پڑھنے کے لیے بڑی منتیں کرا کر آتے ہیں وہ نونہال شاعروں کا کلام سننے کے لیے خود بہ خود آئے تھے اور اسٹیج کے بجائے سامعین کی کرسیوں پر بیٹھ رہے تھے۔اسٹیج پر تو صدرِ مشاعرہ جناب شان الحق حقی اور جناب حکیم محمد سعید درمیان میں بیٹھے تھے۔ان کے دونوں طرف ننھے مُنّے شاعر گاؤ تکیوں سے لگے بڑے ٹھاٹ سے، مگر تہذیب کے ساتھ "تشریف فرما" تھے۔لیجیے پروفیسر جمیل اختر خاں بھی اسٹیج پر آگئے اور مائک سنبھال لیا۔ان کے برابر مسعود احمد برکاتی بیٹھ گئے۔جمیل اختر صاحب نے اعلان کیا:

ہمدرد نونہال آٹھ سے اسّی سال تک کے بچّوں کا پسندیدہ رسالہ ہے۔آج کے اس مشاعرے میں بھی کچھ یہی منظر ہے۔اب مشاعرے کا آغاز ہوتا ہے۔میں جناب حکیم محمد سعید سے جو اس مشاعرے کے بانی اور میزبانِ خصوصی و مہمانِ خصوصی سب کچھ ہیں، درخواست کرتا ہوں کہ وہ تلاوت کلام پاک سے مشاعرہ کا آغاز فرمائیں۔

حکیم صاحب نے چند آیات تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ میں اس مشاعرے میں آج کے بزرگوں اور کل کے بزرگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔یہ بچّے کل بزرگ ہوں گے اور کل دنیا کی باگ ڈور انھی کے ہاتھ میں ہو گی تو جہ کے مستحق ہیں۔دراصل ہم نے بچّوں کے ادب کی اتنی خدمت نہیں کی جتنی ہمارا فرض ہے۔

آج دنیا اپنی ساری ترقیوں کے باوجود پریشان پریشان سی ہے۔ہر آدمی ڈرا ڈرا سہما سہما سا نظر آتا ہے۔اس کی وجہ سے ترقی کا سارا مزہ کرکرا ہو رہا ہے۔علم تو انسان کی بھلائی کے لیے ہے، لیکن

آج کا انسان اس کو تباہی کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ یونیسکو کے پروگرام کی تائید میں ہم جو مشاعرہ آج کر رہے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ بچّوں کو آج ہی سے یہ احساس ہو جائے کہ لڑائی کتنی بُری چیز ہے اور لڑائی سے زیادہ لڑائی کا خوف آدمی کو مار ڈالتا ہے۔ یہ بچّے جب بڑے ہوں تو وہ ایک ایسی دنیا ایک ایسا معاشرہ بنائیں جس میں کسی کو کسی کا خوف نہ ہو اور سب بھائی بھائی کی طرح رہیں۔

حکیم صاحب نے علم، ادب، سائنس اور شاعری کے متعلق اچھی اچھی باتیں کر کے اپنی تقریر ختم کی اور نونہال شاعروں نے اپنی نظمیں پڑھنی شروع کیں:

ننھے مُنّے شاعروں نے نئے معاشرے اور بے خوف دنیا کی تعمیر کے لیے جو خواب دیکھے اس کا انھوں نے شعروں کی صورت میں اظہار کیا۔ جسے سُن کر حیرت بھی ہوئی اور ان کی تخلیقی صلاحیتوں سے خوشی بھی۔ گلشن کیمبرج اسکول کی ننھی طالبہ صبوحی سعید نے نئی اور بے خوف دنیا کی تعمیر کے لیے اپنے عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

آؤ بنائیں ایسی دنیا
امن سے مہکی مہکی دنیا
خوف و خطر سے خالی دنیا
پیار سکھانے والی دنیا
بچّوں کی آئندہ دنیا
ماؤں کی اِک زندہ دنیا

صبوحی سعید، ثمرہ نعیم اور صدف گل

آؤ کریں تعمیر وہ دنیا

مشاعرے کے بچے اور بڑے سامعین واہ وا، سبحان اللہ کہہ کر ننھی شاعرہ کو داد دے رہے تھے۔ مسلم گرلز سکنڈری اسکول کی تبسم خالد نے ایک ایسی دنیا کا خواب دیکھا جہاں بغض و حسد اور ظلم نہ ہو اور جہاں ہر مزدور رزقِ حلال کما سکے:

اُٹھو کہ اِک نئی دنیا کی ہم کریں تعمیر
جواب ہو کوئی جس کا، نہ جس کی کوئی نظیر
ہراس و خوف و خطر کا گزر نہ ہو جس میں
کوئی اُجالے سے محروم گھر نہ ہو جس میں
حلالِ رزق کمائے جہاں کا ہر مزدور
جہاں نہ ہو کوئی مالِ حرام کا دستور

گورنمنٹ دہلی اسکول کی ثمرہ نعیم نے نئی دنیا کی تعمیر کی یوں خواہش ظاہر کی!

ہونٹوں پہ نونہالو نعرہ یہی ہو جاری
ہم جنگ کے مخالف ہم امن کے پجاری
تعمیر ایک دنیا اے ساتھیو کریں ہم
ایسی حسین دنیا جنّت ہو جو ہماری
دھرتی پہ جس کی بچے پھولوں کی طرح مہکیں

ثمرہ نعیم خوب داد وصول کر کے واپس اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئیں تو پروفیسر جمیل اختر نے صدف گل کو دعوت دی۔

کنونٹ اوف جیزز اینڈ میری کی صدف گل نے نئی اور بے خطر دنیا کا منشور اپنی زبان میں یوں پیش کیا:

ساتھیو، آؤ اب بنائیں ہم
نئی دنیا کا اِک نیا منشور
جس میں رہ کر ملے دِلوں کو سُرور

جس میں ہم ہوں نہ خوف پر مجبور
جس میں جاری ہو امن کا دستور

اس کے بعد اسی اسکول کی ماہ گُل نے جنگ سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ؎

تعمیر کریں اب ایسا جہاں
تخریب کا جس میں ہو نہ گماں
مارے نہ کسی کو خوفِ جاں
ہر رُخ پہ وہاں رنگ روپ رہے
ہر سمت خوشی کی دھوپ رہے

حبیب پبلک اسکول کے راشد سلیمان شیخ نے نئی دنیا آباد کرنے کے عزم کا اظہار اس طرح کیا:

دنیا نئی آباد کریں ہم
یعنی خود کو شاد کریں ہم
سب کی ایک ہی ذمّے داری
مِل کر سینچیں گے پھلواری
دُکھ کے کانٹے چبھ نہ سکیں گے
جو بیتے گی مِل کے سہیں گے

افشاں ریاض صدیقی، راشد سلیمان شیخ اور ماہ گل

پھل محنت کا سب ہی چکھیں گے
جنّت اس کا نام رکھیں گے

سینٹ جوزف اسکول کی افشاں ریاض صدیقی نے برائیوں سے پاک اور بے خوف دنیا کی تعمیر کی دعوت دیتے ہوئے کہا ۔

ہر برُائی سے ہو جس کا صاف دامن دوستو
گوشہ گوشہ عیب سے ہو پاک جس کا ساتھیو
آؤ اِک بے خوف دنیا کی کریں تعمیر ہم
ساتھیو مِل کر بنائیں اِک نئی تصویر ہم

گرینڈ فوکس انگلش اسکول، مسلم آباد کے مبشر عباس نے ایک ایسا دیس بسانے کی خواہش ظاہر کی جہاں علم و عمل کی نہر بہتی ہو اور سب لوگ ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ میں شریک ہو کر اپنے رب کا گُن گائیں!

آؤ ہم اِک دیس بسائیں
علم و عمل کی نہر بہائیں
اِک جیسے ہوں دُکھ سُکھ سب کے
گُن گائیں ہم اپنے رب کے
لے کے عَلَم دنیا پر چھائیں
آوازِ اخلاق سنائیں
ہر موسم ہو پیار کا موسم
شاد رہیں آباد رہیں ہم

اظہار عباسی سیکنڈری اسکول، منوڑا کی درخشندہ احسن نے جنگ کے خوف کی منظر کشی کرتے ہوئے کہا!

ہر طرف آگ اور خوں کی باتیں
ہر طرف دشمنی کی ہیں گھاتیں
دن ہیں سہمے پریشاں ہیں راتیں
کس لیے یہ مصیبت اُٹھائیں
ساتھیو، آؤ سب سے الگ ہم
ایک بے خوف دنیا بسائیں

نیو شمسی اسلامیہ اسکول کی صائمہ خالد نے بڑی سادگی سے اپنی نظم سنائی۔ چند اشعار آپ بھی پڑھیے:

ساتھیو، آؤ تعمیر اِک ایسی دنیا کریں
جس میں رہ کر نہ ہو
کوئی خوف و خطر
جس میں عزت کا ڈر
نفرتوں کا گزر
دُور تک بھی نہ ہو
ساتھیو، آؤ تعمیر اِک ایسی دنیا کریں
جس میں آسان ہو
زندگی کا سفر
جس کا اِک اِک بشر
جس کا اِک اِک شجر
پیار کی چھاؤں دے
ساتھیو، آؤ تعمیر اِک ایسی دنیا کریں
جس کا ہر شہر ہو

مبشر عباس، درخشندہ احسن اور ثمن لطیف

علم کی روشنی
امن کی زندگی
جس کی اِک اِک گلی
پُر سکوں، پُر سکوں
ساتھیو، آؤ تعمیر اِک ایسی دنیا کریں
جو ہمیں پیار دے
جس کی مٹی ہو پھول
چاندنی جس کی دُھول
امن جس کا اصول
جو سنوارے ہمیں
ساتھیو، آؤ تعمیر اِک ایسی دنیا کریں
جس کے ہر فرد کا
سچ پہ ایمان ہو
عدل پر دھیان ہو
جو نگہبان ہو
اِک نئے دَور کا
ساتھیو، دوستو، نونہالو مرے
آؤ تعمیر اِک ایسی دنیا کریں

نیو شمسی اسلامیہ اسکول کے عدنان خالد کا نام پکارا گیا تو وہ بڑے سکون اور اعتماد کے ساتھ مائک کے سامنے آکر بیٹھے۔ نظم جیب سے نکالی اور بہت خوب صورت انداز سے اپنی نظم پڑھنی شروع کی۔ اب تک عدنان خالد دوسرے نونہال شاعروں کو داد دے رہے تھے۔ بعض وقت اُن کی داد بے داد بھی معلوم ہوتی تھی، اس لیے اب عدنان نظم پڑھنے لگے تو دوسرے بچّوں نے ان کو ہوٹ کرنے کی کوشش کی، لیکن عدنان کے پُر اعتماد طرز نے ہوٹنگ پر قابو پالیا اور ہر طرف سے داد ملنے لگی۔ حکیم محمد سعید صاحب بڑے انہماک سے ان کو سُننے لگے۔ برکاتی صاحب جو اس مشاعرے کے منتظمِ خاص تھے، بڑے

جوش کے ساتھ واہ واہ، سبحان اللہ کہہ رہے تھے:

دنیا بہت دُکھی ہے، دنیا بہت دُکھی ہے
سائے ہیں غم کے گہرے
دِل پر ہیں ڈر کے پہرے
کیسے دماغ ٹھیرے

اِک سمت ہیں بلائیں
اِک سمت آدمی ہے
دنیا بہت دُکھی ہے

زوروں پہ ہے گرانی
ملتا نہیں ہے پانی
اور پھر یہ بے زبانی

ہے روح میں گھٹن سی
آنکھوں میں اِک نمی ہے
دنیا بہت دکھی ہے

نازش علی، شمائلہ احمد اور امینہ محمود

آؤ کہ دُور اس سے
دنیا نئی بسائیں
اُٹھو قدم بڑھائیں
انسان کو بچائیں

انسانیت یہی ہے
دنیا بہت دکھی ہے
دنیا بہت دکھی ہے

اب فاطمہ گرلز اسکول کی ثمن لئیق نے مائک سنبھالا اور بڑی شائستگی کے ساتھ اپنی نظم شروع کی:

جس میں جنگ و جدل کے نہ ساماں ہوں   ایسی دنیا بنا کر دکھائیں گے ہم
جن سے انصاف کا بول بالا رہے   ایسے دستور مل کر بنائیں گے ہم

گلستان شاہ عبد اللطیف گرلز اسکول کی نازش علی نے اس دنیا کو از سرِ نو تعمیر کرنے کے عزم کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

یہ دنیا نہیں ہے کسی کام کی
نہ انساں نہ حیواں کے آرام کی
یہاں نفرتوں کے جھمیلے رہے
بناوٹ سجاوٹ کے میلے رہے
چلو آؤ اِک ایسی دنیا بسائیں
ہمیں راس آئیں جہاں کی فضائیں
جہاں خوف سے پاک ہو زندگی
محبّت سے سرشار ہو آدمی

گرین ہوم اسکول کی شمائلہ احمد نے دنیا سے شکایت کرتے ہوئے کہا:

دنیا میں کہیں اماں نہیں ہے   سر پر کوئی آسماں نہیں ہے
اس ڈھب سے ہیں آج لوگ زندہ   سہما ہوا جیسے ہو پرندہ
پرچم اُڑائیں امن و آشتی کے   سب لُطف اٹھائیں زندگی کے

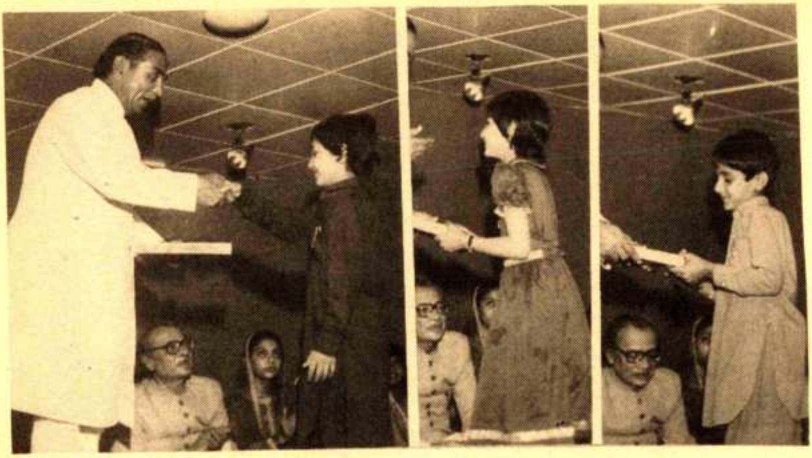

انعام پانے والے نونہال شاعر (کراچی) عدنان خالد (اول)، عائشہ خالد (دوم)، مبشر عباس (سوم)۔

ڈیینٹ اسکول کی آمنہ محمود نے امن و آشتی کے لیے دعائیں مانگتے ہوئے کہا:

روشنی کے خال و خد تسخیر کریں
جو بھی منظر لگے اچھا اسے تصویر کریں
ہم سرِ شام دُعا مانگ کے جس کی سوئیں
صبح اُٹھیں تو اُسی خواب کو تعبیر کریں

مشاعرہ ختم ہونے والا تھا کہ نور الحسنین چشتی ہانپتے کانپتے مشاعرے میں پہنچے اور ان کو اپنی نظم سنانے کی دعوت دی گئی۔ انھوں نے بڑے شاعرانہ انداز میں اپنی نظم پیش کی، جس کا ایک شعر دیکھیے:

دل میں سوزِ محبت جگائیں گے ہم
اِک نئی راہ سب کو دکھائیں گے ہم

سب سے آخر میں مسلم گرلز سیکنڈری اسکول ناظم آباد کی فرحین زہرہ نے اپنی نظم پڑھی:

آؤ ساتھی! مل کر ہم اِک کام کریں
اس دنیا میں امن کا روشن نام کریں
ایسی دنیا پھول جہاں چاہت کے کھلیں
ہنستے گاتے لوگ گلے آپس میں ملیں

لیجیے صاحب مشاعرہ تو ختم ہوا، لیکن ٹھہریے، ابھی انعامات کا تو اعلان سُن لیجیے، لیکن پہلے منصفین کو توفیصلہ کر لینے دیجیے۔ منصفین میں محترمہ ادا جعفری، جناب صہبا لکھنوی، پروفیسر انجم اعظمی اور جناب ایم۔ بی انصاری شامل ہیں۔ وہ دیکھیے سب حساب لگنا شروع ہو گیا۔ سب شاعروں کے نمبر جوڑے جا رہے ہیں۔ ہیں یہ نعت کس نے شروع کر دی۔ یہ ہیں الیاس پاشا جو اپنے والد جناب شاعر لکھنوی کی نعت بڑے خوب صورت انداز میں سُنا رہے ہیں اور داد لے رہے ہیں۔

اس کے بعد جناب شان الحق حقی نے صدارتی تقریر شروع کر دی، وہ فرما رہے تھے:

میں ہمدرد فاؤنڈیشن اور اس کے صدر جناب حکیم محمد سعید کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے مجھے اس مشاعرے کی صدارت کی عزت بخشی اور آپ سے ملاقات اور آپ کا کلام سُننے کا موقع دیا۔ آپ سب کا بھی شکریہ کہ آپ کی بہ دولت اتنا لطف اُٹھایا۔ جن شاعر بچّوں نے انعام پائے ہیں انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ مجھے توقع ہے کہ آگے چل کر آپ بہت ترقی کریں گے اور اپنی ذہانت سے بڑی بڑی کام یابیاں حاصل کریں گے۔ میں جناب برکاتی صاحب اور جناب علی حسن صاحب کو بھی مبارک باد دیتا ہوں جنھوں نے اس محفل کا اتنا اچھا انتظام کیا۔ حقی صاحب نے امن، جنگ اور اردو زبان و ادب سے متعلق اور بھی کام کی باتیں بتائیں۔

سُنیے، محترمہ ادا جعفری انعام پانے والے بچوں کے ناموں کا اعلان کر رہی ہیں۔ پہلا انعام عدنان خالد کو ملا، دوسرے انعام کی مستحق صائمہ خالد قرار دی گئیں اور تیسرا انعام جس "بزرگ" نے پایا اس کا نام ہے مبشر عباس۔ اعلان ہوتے ہی ہال تالیوں سے گونج اُٹھا۔ اس طرح صحیح فیصلے کی داد بھی مُنصفین کو مِل گئی۔ اعلان ہوا کہ حکیم محمد سعید صاحب انعامات تقسیم کریں گے۔ اول، دوم، سوم کے علاوہ تمام شاعر بچّوں کو بھی ہمدرد فاؤنڈیشن کی طرف سے تحفے پیش کیے گئے۔

چائے کے بعد اپنی نوعیت کا یہ خوب صورت اور یادگار مشاعرہ ختم ہوا۔

لاہور میں بھی "ہمدرد نونہال مشاعرہ" اسی جوش و خروش سے ہوا۔ صدر مشاعرہ تھے جناب قتیل شفائی اور مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے جناب جسٹس شمیم حسین قادری کو زحمت دی گئی تھی۔

جناب ڈاکٹر سہیل احمد خاں نے میزبان کے فرائض انجام دیے۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ پہلا مشاعرہ ہے جس میں مستقبل کے شاعروں کو "آؤ ایک بے خوف دنیا تعمیر کریں" کے موضوع پر اپنا کلام سنانے کی

ہمدرد نونہال مشاعرہ، لاہور (دائیں سے بائیں) جناب ڈاکٹر سہیل احمد خان (میزبان) جناب میرزا ادیب (مُنصف) جناب پروفیسر سجاد باقر رضوی (منصف) جناب قتیل شفائی (صدرِ مشاعرہ) جناب جسٹس (ریٹائرڈ) شمیم حسین قادری (مہمانِ خصوصی) جناب عبدالسلام خورشید (مُنصف)

دعوت دی گئی۔ دوسرے یہ یونیسکو کے ایک عالمی پروگرام کے مطابق منعقد کیا گیا ہے۔

لاہور کے نونہال شاعروں نے بڑے جوش و جذبے کے ساتھ اپنی نظمیں پیش کیں اور ایک نئی اور خوب صورت دنیا بنانے کے لیے اپنے عزم کا اظہار کیا:

ہریپ اسکول ایچی سن کے محمد ابوبکر کا جذبہ بہت اچھا ہے:

آؤ چاہت عام کریں
آؤ راحت عام کریں
آؤ بہجت عام کریں
آؤ فرحت عام کریں

اسی اسکول کے اورنگ زیب مرزا نے:

خوف کو چاک کریں، خاک کریں
یہ جو دھرتی ہے اسے خوف سے آزاد کریں

پڑھ کر محفل کو گرمایا۔ اس کے بعد فراز فہیم آئے، وہ بھی اسی درس گاہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا عزم کتنا اچھا ہے:

پیار کے بندھن سے کر دیں پُر دلوں کے فاصلے
نفرتوں سے جو بھی ٹوٹیں سلسلے، جوڑا کریں

گورنمنٹ ہائی اسکول، پچو برجی گارڈن کے شہزاد دانش نے یہ مشورہ دے کر خوب داد وصول کی:

آج کے شعلہ بیانوں سے یہ کہہ دے کوئی
دل کے منبر سے محبّت بھری تقریر کریں

ہریب اسکول (ایچی سن کالج) کے محمد عثمان خاں کے یہ شعر بڑی توجہ سے سُنے گئے:

جنگ و جدل سے دُور رہیں
خدمت کے نزدیک رہیں
دولت کا ہم نام نہ لیں
مِل جُل کر سب ساتھ رہیں

گورنمنٹ ہائی اسکول، مزنگ کے صبغت الحق چاند نے ایسی دنیا بنانے کا عزم ظاہر کیا کہ:

چھٹ جائیں درد و رنج کے بادل جہان سے
ہر شخص سانس لے سکے امن و امان سے

ہریب اسکول ایچ سن کالج کے عبد المقیت پیرزادہ وطن کی تعمیر اس طرح کریں کہ:

ہر کوچہ ہو شاد وطن کا
ہر گوشہ آباد وطن کا

گورنمنٹ مسلم ماڈل ہائی اسکول، اردو بازار کے علی عمران چاہتے ہیں کہ:

نہ جنگوں کی آفت ہو دنیا میں برپا
ہو امن و اماں کا زمانے میں چرچا
کسی کو کوئی اپنا دشمن نہ سمجھے
ہر اک دوسرے کو محبّت سے دیکھے
ہوں دنیا میں ہر سمت خوشیوں کے ڈیرے
نہ ہوں چور، ڈاکو، نہ قاتل لٹیرے

علی عمران نے خوب داد لوٹی۔

گورنمنٹ ہائی اسکول، مزنگ کے محمد منیر بے خوف نے نڈر ہو کر پڑھا:

سبھی سے پیار کریں ہم کوئی نہ دشمن ہو
جہاں کا دشت ہمارے عمل سے گلشن ہو

گورنمنٹ ہائی اسکول، جوبرجی گارڈن کے آغا موز الحسن نے اپنی نظم پڑھ کر خوب داد وصول کی۔

رنگوں کے مہتاب ہیں زندہ آنکھوں میں   کیسے کیسے خواب ہیں زندہ آنکھوں میں
اپنے خوابوں کی حاصل تعبیر کریں
آؤ ایک نئی دنیا تعمیر کریں

غلام صابر، گورنمنٹ سلیم ماڈل ہائی اسکول، شارع پاکستان کا یہ شعر پڑھیے:

خوف و دہشت کے ہر اک ڈیرے کو برباد کرو
سُکھ بھری، چین بھری بستیاں آباد کرو

سید اختر علی جعفری گورنمنٹ چشتیہ ہائی اسکول، اسلام پورہ نے بڑے اعتماد سے اپنی نظم پڑھی:

ہے یہی اب طفلِ ملّت کی دُعا
امن کی دنیا رہے قائم سدا

اسی اسکول کے تنویر احسن کا شعر تھا:

بے خوف رہو بے خوف جیو
ڈر کر اپنا خوں نہ پیو

اورنگ زیب مرزا، شہزاد دانش، صبغت الحق

گورنمنٹ سلیم ماڈل ہائی اسکول کے فاروق احمد فاروق نے اپنے عزم کا اظہار یوں کیا:

آؤ ہر خوف سے چھٹکارے کی تدبیر کریں
آؤ بے خوف سی دنیا کوئی تعمیر کریں

شہر یار خاور اسٹینڈرڈ ماڈل اسکول، وحدت روڈ کا ایک شعر:

دے کے دنیا کو اخوّت کا پیام
ایک وحدت کی کریں ہم کوششیں

حماد صدیقی، گورنمنٹ پائلٹ اسکول، وحدت روڈ نے بڑی خوب صورتی سے اپنی بات کہی:

امن کی بات ہو جنگ سے سب بچیں
دشمنی چھوڑ کر دوستی سے رہیں
پُرسکوں راستے پر ہمیشہ چلیں
جو غلط راستہ ہو اُسے چھوڑ دیں
ایسی بے خوف دنیا بنائیں گے ہم

مون لائٹ اسکول نسبت روڈ کے صہیب اجمل نے اپنا کلام سُنایا:

اِک ایسی دنیا بنائیں آؤ جہاں گزر ہو محبتوں کا
جہاں حلاوت ہو زندگی کی جہاں ہو توقیر آدمی کی

علی عمران، اختر علی اور شافیہ خورشید

انعام پانے والے نونہال شاعر (لاہور) علی عمران (اول) شہزاد دانش (دوم

اسی اسکول کے شاداب قادری کا ایک شعر:

ملک بنانا کام تھا مشکل   لیکن گزرے اب وہ مراحل
باقی ہے تعمیر مسلسل   یہ ہم صبح و شام کریں گے
کام کریں گے کام کریں گے

ایک نونہال شاعرہ شافیہ خورشید (مسرت پراچہ ہوم) نے یہ شعر پڑھ کر داد وصول کی:

سَر کو اُونچا رکھنے کی تدبیر کریں
آؤ اک بے خوف جہاں تعمیر کریں

نونہال شاعروں نے اپنا کلام ختم کیا تو منصفین حضرات نے انعامات کا فیصلہ کرنے پر غور شروع کر دیا۔ منصفین میں جناب میرزا ادیب، جناب ڈاکٹر سجاد باقر رضوی اور جناب ڈاکٹر عبدالسلام خورشید شامل تھے۔ نتیجے کا اعلان ہوا تو علی عمران اول، شہزاد دانش دوم اور آغا رموز الحسن سوم آئے۔ جناب جسٹس شمیم حسین قادری مہمانِ خصوصی نے اپنے ہاتھ سے انعامات تقسیم کیے اور تمام

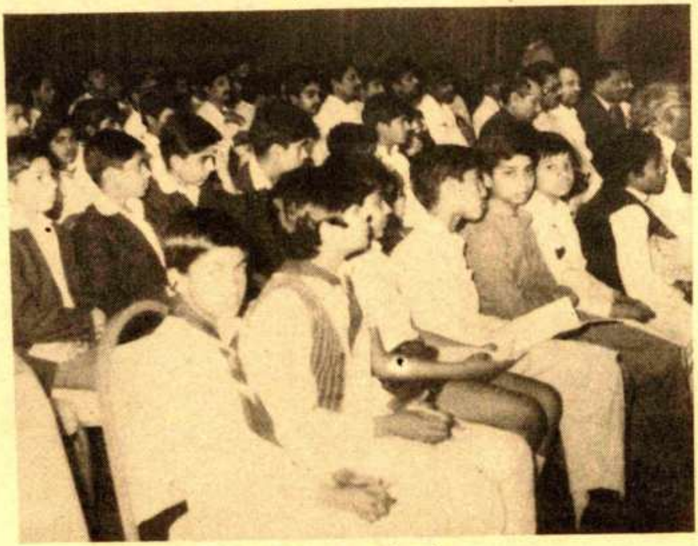

مشاعرے کے سامعین (لاہور)

شاعروں کو ہمدرد فاؤنڈیشن کی جانب سے تحفے دیے۔ جناب جسٹس صاحب نے فرمایا کہ مجھے آج آپ کے خیالات اور آپ کا کلام سُن کر بڑی خوشی ہوئی۔ آپ مستقبل کے قائد ہیں، محافظ ہیں۔ اور قائدِاعظم کی اصول پسندی کا ایک سبق آموز واقعہ سُنایا۔

آخر میں جناب قتیل شفائی نے صدارتی تقریر میں فرمایا کہ یہ ہمدرد کا بڑا تعمیری کارنامہ ہے۔ ہمدرد اچھے اچھے کام کرتا ہے اور میری خواہش ہے کہ ہمارے ملک کے تمام لوگ خصوصاً صاحبِ ثروت لوگ اور صنعت کار جناب حکیم محمد سعید کی تقلید کریں اور ملک میں علم کی روشنی پھیلائیں۔ تمام حاضرین نے تالیاں بجا کر جناب صدر کی تائید کی اور یہ دل چسپ محفل چائے پر ختم ہوئی۔

اِس پُل پر یا اُس پُل پر

سلطان ملک شاہ سلجوقی (۴۶۵ھ تا ۴۸۸ھ) مطابق ۱۰۷۲-۱۰۹۲ء اصفہان کے جنگل میں شکار کو گیا۔ کسی گاؤں میں پڑاؤ کیا تو اس کے لشکریوں (سپاہیوں) نے ایک غریب بیوہ کی گائے پکڑ لی اور اسے ذبح کر کے کباب بنا کر کھا لیے۔ اس بے چاری عورت کے تین بچّے اس گائے کے دودھ پر پلتے تھے۔

بہت روئی، چیخی، لیکن غریب بیوہ کی فریاد کون سنتا۔ آخر اس نے سوچا کہ کسی نہ کسی طرح بادشاہ تک پہنچا جائے۔ اِدھر اُدھر سے پوچھ پاچھ کر وہ اُس پُل پر جا کھڑی ہوئی جہاں سے بادشاہ کو گزرنا تھا۔ جب بادشاہ کی سواری اس کے سامنے آئی تو بُڑھیا نے بڑی جُرات سے اونچی آواز میں پکارا:

"اے الپ ارسلان کے بیٹے! میرا انصاف اس پُل پر کرے گا یا پُل صراط پر؟"

بادشاہ کے مصاحب (ساتھی) اس کی جُرات دیکھ کر حیران رہ گئے۔ بادشاہ اس بات سے اتنا متاثر ہوا کہ فوراً گھوڑے سے اُتر پڑا اور کہا، "پُل صراط کی طاقت نہیں، اسی جگہ فیصلہ کروں گا۔"

بُڑھیا نے اس کو اپنی داستانِ غم کہہ سنائی۔ بادشاہ کو اپنے سپاہیوں کی حرکت پر سخت افسوس ہوا۔ بُڑھیا کو ایک کے بجائے ستّر گائیں دینے کا حکم دیا اور پھر پوچھا، "کیا اب آپ راضی ہیں؟" بُڑھیا نے کہا، "اب میں خوش ہوں اور میرا خدا اور میرا رسولؐ خوش ہوگا۔" تب جا کر بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔

سلجوق ایک تاتاری سردار تھا جس نے بعد میں طاقت حاصل کر کے ۴۰۸ھ (۱۰۱۷ء) میں حکومتِ سلجوقیہ کی بُنیاد ڈالی تھی۔ اس کے بیٹے کا نام میکائیل اور پوتے کا نام طغرل بیگ ہے۔ طغرل نام وَر بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے بعد طغرل بیگ کے بھائی چغری بیگ کا بیٹا الپ ارسلان تخت پر بیٹھا۔ سلطان ملک شاہ اسی کا بیٹا تھا۔ ملک شاہ کے بعد سلجوق خاندان کو زوال آ گیا۔ اس خاندان کے زمانے کا مشہور آدمی نظام الملک طوسی تھا۔ جو علم دوست اور مدبّر وزیر تھا۔ حَسن بن صباح اور حکیم عمر خیام اس کے ساتھ پڑھے ہوئے تھے۔ نظام الملک کی کتاب "سیاست نامہ" اب بھی لوگ دل چسپی سے پڑھتے ہیں اور عمر خیام کی رباعیاں تو سارے زمانے میں مشہور ہیں۔

چور پر مور

معراج

صدر کے علاقے میں پرانی اور نایاب چیزوں کی خرید و فروخت کی دُکان ہے، جس کا مالک ریحان بیس بائیس برس کا نوجوان ہے۔ اُس نے یہ دُکان تھوڑے ہی دن پہلے کھولی تھی۔ یہ ریحان کی ناتجربہ کاری اور سمجھ بُوجھ کی کمی تھی کہ اُس نے بغیر سوچے سمجھے اپنی ساری رقم اس کاروبار میں لگادی تھی۔

پرانی اور نایاب چیزوں کے شوقین بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ چار پانچ دن گزرنے کے بعد بھی بہت کم لوگوں نے دُکان میں داخل ہونے کی تکلیف گوارا کی۔

ایک دن ریحان دُکان کے دروازے میں کھڑا ہوا بازار کا نظارہ کر رہا تھا۔ اُس نے ایک اُدھیڑ عمر آدمی کو دُکان کی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اور چیزوں کی جھاڑ پونچھ میں مصروف ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ صاحب بھی دوسرے لوگوں کی طرح چیزوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھیں گے، پھر ان کے دام پوچھیں گے اور ناپسند کر کے چلے جائیں گے۔ ریحان نے پچھلے کئی روز سے کچھ نہیں بیچا تھا۔

اُس اُدھیڑ عمر شخص نے دُکان میں داخل ہو کر ہر چیز کو بہت غور سے دیکھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ واقعی ان چیزوں میں دل چسپی رکھتا ہے۔ ریحان نے اپنے دل میں سوچا کہ اب تک جو لوگ یہاں آئے وہ محض تماشائی ہوتے تھے اور انھیں چیزوں کی خریداری سے کوئی غرض یا مطلب نہیں تھا، لیکن یہ شخص ان سے مختلف نظر آتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ضرور کچھ نہ کچھ خریدے گا۔

اُس اُدھیڑ عمر شخص نے کہا، "مہربانی فرما کر آپ مجھے وہ گل دان دکھائیں جو الماری میں رکھا ہوا ہے۔"

ریحان خوش اخلاقی سے بولا، "مجھے آپ کی خدمت کر کے خوشی ہو گی۔"

اُس نے الماری سے گُل دان نکالا اور کہا، "کیا آپ نے یہی گُل دان طلب فرمایا ہے؟" پھر وہ گل دان کی تعریف کرنے لگا، "دیکھیے جناب، کیسا دل کش ڈیزائن ہے اور اس پر بنے ہوئے نقش و نگار کا تو جواب ہی نہیں۔"

گاہک نے گل دان کو اُلٹ پُلٹ کر دیکھا اور کہا، "خوب، بہت خوب ..... شاید یہ وہی گل دان ہے جو چینی کاری گر لی شوشاں نے بنایا تھا، یا پھر اُس گل دان کی نقل ہے۔"

ریحان نے کہا، "جناب، آپ نے بالکل درست فرمایا ہے۔ یہ گُل دان، اس چینی گل دان کی نقل ہے، لیکن ذرا ملاحظہ فرمائیے، فن کار نے کیسی مہارت دکھائی ہے کہ اصلی کاری گر کو بھی مات دے دی ہے۔"

گاہک نے پوچھا، "اس کی کیا قیمت ہے؟"

ریحان نے کہا، "اس کے دام بہت ہی کم ہیں یعنی صرف پینتالیس رُپے۔"

گاہک کچھ سوچنے لگا، پھر اُس نے گُل دان کو اُلٹ پُلٹ کر دیکھا اور بولا، "میں نے اسے خریدنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب سے بٹوا نکالا، "اگر تمھیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں اس گل دان کی قیمت دو سو رُپے ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے دو سو رُپے ریحان کے ہاتھ میں تھما دیے۔ ریحان کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ کچھ دیر کے بعد جب اس کے حواس بحال ہوئے تو اُس نے کہا، "شاید آپ کو کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میں نے اس گُل دان کی قیمت پینتالیس رُپے بتائی تھی۔"

گاہک نے کہا، "برخوردار، میرا خیال ہے کہ میں نے تمھیں اس کی کم قیمت ادا کی ہے۔ دراصل یہ ایک نایاب قسم کا گُل دان ہے اور میں نایاب چیزوں کی قیمت دل کھول کر ادا کیا کرتا ہوں۔"

ذرا دیر بعد وہ پھر بولا، "او ہو، میں تمھیں اپنے متعلق بتانا تو بھول ہی گیا۔ میں ڈاکٹر شرفانی ہوں۔ مجھے پرانی اور نایاب قسم کی چیزیں جمع کرنے کا بہت شوق ہے۔"

ریحان نے جلدی سے کہا، "ڈاکٹر صاحب، میرا خیال ہے کہ یہ گل دان زیادہ پرانا نہیں ہے۔"

ڈاکٹر شرفانی نے کہا، "برخوردار، میں پورے وُثوق اور اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ گُل دان وہی ہے جو سترھویں صدی میں مشہور چینی کاری گر لی شوشان نے بنایا تھا۔"

ریحان نے کہا، "یہ تو آپ نے بہت ہی حیرت انگیز اور دل چسپ بات بتائی ہے۔ کیا یہ گُل دان بہت زیادہ قیمتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب، اس کی کیا قیمت ہو گی بھلا؟"

ڈاکٹر شرفانی نے کہا، "ہاں بھئی، یہ گُل دان بہت قیمتی ہے۔ اس کی قیمت......"

یہ کہہ کر وہ چُپ ہو گیا اور کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر بولا، "اس کی قیمت بہت زیادہ ہے۔ میں ٹھیک سے اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔"

ریحان آہستہ سے بولا، "شاید ایسا ہی ہو۔"

ڈاکٹر شرفانی بولا، "بات دراصل یہ ہے کہ اس گُل دان کا جوڑا تھا۔ دوسرا گُل دان ہُو بہُو اس کی نقل ہے، لیکن اس کا رنگ اس سے مختلف ہے۔ اگر تم مجھے دوسرا گُل دان بھی مہیا کر دو تو میں تمھارا بہت شکر گزار ہوں گا۔ اس کے علاوہ میں تمھیں اس کی منھ مانگی

قیمت ادا کروں گا۔"
ریحان کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ وہ بولا، "میں اپنی سی پوری کوشش کروں گا۔"
ڈاکٹر شرفانی نے کہا، "پرانی چیزوں کی خرید و فروخت کرنے والے بہت سے لوگ ہیں۔ یقیناً تمھارے ان لوگوں سے تعلقات ہوں گے۔ تم اُن سے دریافت کرنا۔ اس کے علاوہ تم اخبار میں ریڈیو پر اشتہار بھی دے سکتے ہو۔"
ریحان کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر بولا، "میں آپ کے ارشاد کے مطابق کل ہی اخباروں میں اشتہار دے دوں گا۔"
ڈاکٹر شرفانی نے خوش ہو کر کہا، "بالکل صحیح، بالکل ٹھیک۔ مجھے یقین ہے کہ تم بہت جلد دوسرا گُل دان تلاش کر لو گے۔ اچھا، اب تم میرا پتا نوٹ کر لو۔"
ریحان نے پوچھا، "کیا آپ اس شہر میں نہیں رہتے؟"
ڈاکٹر شرفانی نے جواب میں کہا، "میں اگلے تین ماہ حیدر آباد میں گزاروں گا۔ اِس دوران اگر دوسرا گُل دان مل جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔"
ریحان نے ڈاکٹر شرفانی کا پتا لکھ لیا۔
ریحان کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ کوئی بہت دل چسپ خواب دیکھ رہا ہو۔ اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا، "یہ تو فرمائیے کہ آپ اس گُل دان کی کیا قیمت دے سکیں گے؟"
ڈاکٹر شرفانی مسکرا کر بولا، "اب تم اسے میرا خبط ہی سمجھو، میں تمھیں دوسرے گُل دان کے لیے دو ہزار رُپے ادا کر دوں گا۔"
ریحان نے کہا، "ڈاکٹر صاحب، مجھے یہ سودا منظور ہے۔ میں آپ کے لیے دوسرا گُل دان فراہم کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔"
جیسے ہی ڈاکٹر شرفانی اس کی دُکان سے باہر نکلا ریحان نے ٹیلے فون کر کے اپنے دوست رشید کو بُلایا۔ رشید نے ریحان میں تبدیلی سی محسوس کی۔ وہ کچھ پریشان اور بے چین سا دکھائی دیتا تھا۔ رشید نے کہا، "کیا بات ہے؟ تم ضرور مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔"
ریحان نے ڈاکٹر شرفانی والا واقعہ مختصر طور سے سُنایا اور کہا، "مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر

شرفانی مجھے لالچ کے جال میں پھنسا کر دھوکا دینا چاہتا ہے۔"
رشید نے بھی ریحان کی بات سے اتفاق کیا۔
ریحان نے کہا، "پہلے تم مجھے ایک اشتہار لکھ کر دو جسے ہم اخبار میں چھپوا سکیں۔"
رشید نے اشتہار لکھ کر دیا جس کا مضمون یوں تھا:
"ہمیں ایک دو سو سال سے زیادہ پرانے گُل دان کی ضرورت ہے۔
گُل دان کی مناسب قیمت ادا کی جائے گی۔"
رشید نے کہا، "مناسب قیمت کا مطلب یہ ہے کہ لوگ منھ مانگی قیمت وصول کرنے کا خیال میں دِل میں نہ لائیں۔"
ریحان قہقہہ لگا کر بولا، "واہ وا، کیسا مناسب لفظ استعمال کیا ہے۔"
انھوں نے گل دان کے موضوع پر بہت سی باتیں کیں۔ ریحان بہت خوش تھا۔ اس نے کہا، "مجھے یقین ہے کہ اس اشتہار کا جواب ہمیں بہت جلد مل جائے گا۔"
رشید نے کہا، "جب تمھیں میری مدد کی ضرورت ہو تو مجھے فوراً ٹیلے فون کر دینا۔"
اخبار میں اشتہار چھپے ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ ایک نوجوان لڑکی دُکان میں داخل ہوئی۔ اس کی بغل میں بھورے رنگ کے کاغذ میں لپٹا ہوا ایک پارسل تھا۔
اُس نے بہت میٹھی آواز میں کہا، "کیا آپ نے ہی اخبار میں اشتہار دیا تھا؟"
ریحان بولا، "جی ہاں، فرمائیے۔"
لڑکی نے کہا، "میں نے اور میری والدہ نے وہ اشتہار پڑھا تھا۔ جو چیز آپ کو درکار ہے وہ میرے پاس موجود ہے۔"
ریحان نے کہا، "آپ اسے اپنے ساتھ لائی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس پارسل میں وہی گل دان ہے۔"
لڑکی نے کہا، "آپ کا خیال درست ہے۔"
ریحان نے جلدی سے کہا، "معاف کیجیے گا، شاید ٹیلے فون کی گھنٹی بجی ہے، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔"
یہ کہہ کر ریحان چلا گیا۔ اس نے رشید کا ٹیلے فون ملایا اور کہا، "ڈراما شروع ہو چکا ہے۔

تم فوراً پہنچو۔"

ریحان پھر لڑکی کے پاس پہنچا اور بولا، "آپ کو میرا نام پتا معلوم کرنے میں کوئی دِقّت تو پیش نہیں آئی ؟"

لڑکی بولی، "جی نہیں، مجھے آپ کی دُکان فوراً ہی مل گئی۔"

ریحان نے پوچھا، "کیا آپ اسی شہر میں رہتی ہیں ؟"

لڑکی نے کہا، "نہیں۔"

ریحان مسکرا کر بولا، "میرا بھی یہی خیال تھا۔"

اس نے گُل دان کو دونوں ہاتھوں میں پکڑا اور بہت دیر تک اسے اُلٹ پُلٹ کر دیکھتا رہا۔ یہ بالکل ویسا ہی مرتبان تھا جیسا کہ دس بارہ دن پہلے اُس نے ڈاکٹر شرفانی کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ صرف اس کا رنگ بدلا ہوا تھا۔

لڑکی نے پوچھا، "کیا آپ کو یہی گُل دان درکار تھا ؟"

ریحان نے کہا، "بے شک، کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ یہ کتنا پرانا ہے ؟"

لڑکی بولی، "یہ گُل دان میرے دادا جان ہانگ کانگ سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ یہ بہت مدّت سے ہمارے خاندان میں موجود ہے۔"

ریحان نے مسکرا کر کہا، "بہت دِل چسپ بات ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ یہ کہاں کا بنا ہوا ہے ؟"

لڑکی نے کہا، "میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ میرا خیال ہے کہ اسے چین کے مشہور کاری گر لی شوشان نے بنایا تھا۔"

اب ریحان نے کاروباری انداز میں کہا، "میں آپ کو اس کی کیا قیمت پیش کروں ؟"

لڑکی نے کہا، "ایک ہزار رُپے۔ نہ ایک پیسہ کم نہ زیادہ۔"

ریحان نے لمبی سی سانس لی اور کندھے اُچکا کر بولا، "خیر آپ کی مرضی، میں آپ کی مرضی کے مطابق دام ادا کر دوں گا۔"

ریحان نے ایک ہزار رُپے گن کر لڑکی کے ہاتھ پر رکھے۔ لڑکی نے شکریہ کے کچھ الفاظ کہے اور دروازے کی طرف چلی۔

عین اُسی وقت دروازہ کھُلا اور رشید کمرے میں داخل ہوا۔ ریحان بولا، "آئیے آئیے انسپکٹر صاحب، مجھے بہت دیر سے آپ ہی کا انتظار تھا۔"

لڑکی تیزی سے دروازے کی طرف لپکی، لیکن دروازہ بند ہو چکا تھا اور ایک تنُومند نوجوان دروازے سے اپنی پشت لگائے کھڑا تھا۔

ریحان مسکرا کر بولا، "ڈراما ختم ہوا۔ اب فرمائیے محترمہ، کیا آپ ڈاکٹر شرفانی سے واقف ہیں؟"

لڑکی بہت ڈھٹائی سے بولی، "میں کسی ڈاکٹر شرفانی کو نہیں جانتی۔ مہربانی فرما کر آپ مجھے باہر جانے دیجیے۔"

ریحان بولا، "اگر تمھارے ساتھی کا نام ڈاکٹر شرفانی نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟"

رشید نے کہا، "یہ تو ہم آپ سے پھر پوچھیں گے، پہلے تو آپ وہ رقم واپس کیجیے جو آپ نے ان سے لی ہے۔"

لڑکی نے ایک دفعہ پھر بھاگنے کی کوشش کی، لیکن رشید نے اس کے ہاتھ سے پرس چھین

لیا اور اسے چھین کر رُپے نکالے اور ریحان کے حوالے کر دیے اور بولا، "مناسب ہے کہ آپ گن لیں کہ آپ کی رقم پوری ہے۔"

پھر وہ لڑکی سے مخاطب ہوا، "یہاں کچھ خطوط بھی ہیں۔ مجھے ان سے تمھارا نام اور پتا معلوم ہو جائے گا۔ او ہو، گھبرائیے نہیں، میں کسی کا ذاتی خط نہیں پڑھا کرتا، مجھے تو صرف خالی لفافہ چاہیے تاکہ پولیس کو تمھارا نام بتا سکوں۔"

لڑکی تُند لہجے میں بولی، "تمھیں یہ جرات کیسے ہوئی؟ میری رقم مجھے واپس کر دو۔ ورنہ میں پولیس میں رپٹ درج کروا دوں گی۔"

رشید ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولا، "اسے کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔"

ریحان بولا، "پولیس میں کیا رپٹ درج کرائیے گا؟ کیا یہی کہ جو گل دان شرفانی صاحب نے دو سو رُپے میں خریدا تھا وہی آپ ایک ہزار رُپے میں فروخت کرنے آئی ہیں۔"

رشید تیز لہجے میں بولا، "گھر جا کر اپنے ابّا جان سے کہنا کہ گُل دان اور رقم ہم ڈکار لیے بغیر ہضم کر چکے ہیں۔ اب وہ ادھر کا رُخ بھی نہ کریں ورنہ وہ دھوکے اور جعل سازی کے الزام میں چھے ماہ کے لیے دھر لیے جائیں گے۔"

پھر اس نے دروازہ کھول کر کہا، "محترمہ، باہر جانے کا راستہ یہ ہے۔"

لڑکی تیر کی طرح باہر نکل گئی۔ جب وہ بہت دُور جا چکی تو رشید نے پوچھا، "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر شرفانی تمھارے ساتھ دھوکا کر رہا ہے۔"

ریحان ہنس کر بولا، "جب ڈاکٹر شرفانی نے مجھے پینتالیس رُپے کے بجائے دو سو رُپے دیے تو میرا ماتھا ٹھنکا۔ میں نے اسی وقت یہ بھانپ لیا کہ ڈاکٹر مجھے لالچ دے کر پھانسنا چاہتا ہے۔"

رشید بولا، "ہو سکتا ہے کہ گل دان لی شوشان نے ہی بنایا ہو۔"

"ریحان نے کہا، "یہ گل دان زیادہ پرانا نہیں ہے۔ تیس سال پہلے خود ابا جان نے اسے بنایا تھا۔ وہ ایک اچھے مصوّر اور کاری گر تھے۔ ڈاکٹر نے یہ ڈھونگ رچایا کہ یہ گل دان کئی سو سال پرانا ہے۔ اس نے مجھ سے یہ گُل دان خرید لیا۔ اُس نے مجھے یہ لالچ دیا کہ میں اس کا جوڑا مہیا کر دوں تو وہ مجھے منھ مانگی قیمت ادا کر دے گا، پھر اس نے یہی

گُل دان اپنی لڑکی کے ہاتھ میرے پاس فروخت کرنے کے لیے بھیجا۔ میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہو گیا کہ نئے رنگ کے نیچے مرتبان کا اصلی رنگ جھلک رہا تھا۔"

رشید قہقہہ مار کر بولا، "پھر اس کے بعد چور پر پڑ گئے مور۔"

دونوں دوست دیر تک ہنستے رہے۔ رشید نے کہا، "واہ رے نرالے جاسوس میں تمھیں شرلاک ہومز کہوں یا کرنل فریدی؟"

ریحان ہنس کر بولا، "میں آپ کو ڈاکٹر واٹسن کہوں یا کیپٹن حمید؟"

دونوں دوست بہت دیر تک ہنستے رہے۔

بُوجھو تو جانیں

درمیان میں کون ہے؟

۱۔ تین لڑکے ایک قطار میں کھڑے ہیں۔ احمد، ناصر کے بائیں طرف ہے۔ بشیر، احمد کے بائیں طرف ہے۔ بتائیے درمیان میں کون ہے؟

کون سے دو حروف؟

۲۔ وہ کون سے دو حروف ہیں جو ایک باپ کو بے حد پیارے ہوتے ہیں؟

۳۔ وہ کون سے دو حروف ہیں جو حلوائی کی دُکان پر ملتے ہیں؟

۴۔ وہ کون سے دو حروف ہیں جو پنساری کی دُکان پر ملتے ہیں؟

وہ کیا ہے؟

۵۔ وہ کیا ہے جو بے جان ہونے کے باوجود ناچتا، کُودتا، چلتا اور پھرتا ہے؟

۶۔ وہ کیا ہے جو بے جان ہے۔ نہ چل سکتی ہے، نہ اُڑ سکتی ہے اور نہ ہل سکتی ہے پھر بھی کراچی سے پشاور تک چلی گئی ہے۔

کون سا جانور؟

۷۔ وہ کون سا جانور ہے جس کا نام بندوق کا ایک حصّہ ہے۔

۸۔ وہ کون سا سمندری جانور ہے جس کا نام انسانی جسم کا ایک حصّہ ہے۔

۹۔ وہ کون سا پرندہ ہے، جس کا نام انسانی جسم کا حصّہ ہے۔

(جوابات آیندہ ماہ دیکھیے)

ہمدرد انسائیکلوپیڈیا

پیارے بچو! جاگو جگاؤ، علم حاصل کرو اور علم کی شمع ہاتھ میں لے کر دوسروں تک علم کی روشنی پہنچاؤ۔ علم حاصل کرنا اور دوسروں تک علم کی روشنی پہنچانا بڑا مقدس فریضہ ہے۔ حکیم محمد سعید

س: حرارتِ مخصوصہ کیا ہے؟ جاوید حسین، کراچی

ج: کسی چیز کی ایک گرام مقدار کا درجۂ حرارت ایک سینٹی گریڈ بڑھا دینے کے لیے جتنی حرارت کی ضرورت پڑتی ہے وہ اُس کی حرارتِ مخصوصہ کہلاتی ہے۔

س: بغیر ڈرائیور چلنے والی ریل گاڑی کس ملک میں بنی ہے اور وہ کیسے چلتی ہے؟

سیف الرحمن کلسی، شاہ پور چاکر

ج: اس سلسلے میں خاص طور پر کسی ملک کا نام نہیں لیا جا سکتا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جدید ریلوے انجن بہت کچھ خود کار ہوتے ہیں۔ ڈرائیور اُن کی رفتار متعیّن کر دیتا ہے اور خود خاموش بیٹھ کر سامنے ریلوے لائن اور اسٹیشنوں کے سگنل دیکھتا رہتا ہے، تاکہ کوئی حادثہ نہ ہونے پائے۔ رفتار کو کم زیادہ کرنے یا اسٹیشن پر گاڑی روکنے یا چلانے کے لیے ہی ڈرائیور کو کچھ مداخلت کرنی پڑتی ہے۔

س: ہم نے تقریباً ہر پنکھے میں ٹرانسفارمر اور ایک سیل لگا ہوا دیکھا ہے۔ آپ بتائیے کہ برقی پنکھے میں اس کی کیا ضرورت ہے اور یہ کیا کام کرتا ہے؟ غلام شاکر خاں، کراچی

ج: آپ کا سوال کچھ واضح نہیں۔ برقی پنکھے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اے سی اور ڈی سی۔ ٹرانسفارمر کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، کیوں کہ ٹرانسفارمر تو ایک طرح کی کرنٹ کو دوسری طرح

کی کرنٹ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اگر آپ نے کوئی ایسا پنکھا دیکھا ہے جس میں کرنٹ کی اس تبدیلی کی اضافی سہولت موجود ہے، تب تو دوسری بات ہے، ورنہ پنکھے میں تو ایک موٹر لگی ہوتی ہے اب ایک کنڈینسر بھی آنے لگا ہے۔ شاید آپ اُسی کو سیل سمجھ رہے ہیں ورنہ پنکھے میں سیل کا کیا کام۔

س: براہِ کرم یہ بتائیں کہ ایٹم بم کیا ہے اور سب سے پہلے اُسے کس ملک کے کس سائنس داں نے ایجاد کیا تھا؟
محمد انیس، ہری پور ہزارہ

ج: ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک دوسری جنگِ عظیم جاری رہی، جس کا خاتمہ ایٹم بم نے ہی کیا تھا۔ قدرت نے مادّے کے سب سے مختصر جُز، ایٹم میں بے پناہ قوّت پوشیدہ کر دی ہے جو ایٹمی توانائی کہلاتی ہے۔ اسی توانائی کو تباہی کے لیے استعمال کیا گیا اور جس بم نے یہ تباہی مچائی وہ ایٹم بم کہلایا۔ اُس زمانے میں یہ سب سے مہلک بم تھا۔ اُسے اتحادی ملکوں یعنی امریکا، برطانیہ، فرانس وغیرہ کے سائنس دانوں نے مل کر بنایا تھا اور اُسے جاپان کے خلاف استعمال کیا گیا۔ اگست ۱۹۴۵ء میں جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے گئے، جن سے بہت تباہی پھیلی اور جاپان کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اس طرح یہ جنگ ختم ہوئی۔

س: کیا ٹیلے وژن کی روشنی آنکھوں کی بینائی کو کم زور کرتی ہے؟
فضل احمد فولادی، کوئٹہ

ج: جی ہاں، کوئی بھی تیز روشنی جو آنکھوں پر مسلسل پڑتی رہے، وہ ہماری بینائی کے لیے مضر ہوتی ہے۔ پھر ٹیلے وژن میں تو روشنی کے علاوہ کچھ شعاعیں بھی ایسی نکلتی ہیں جو ہماری آنکھوں اور جسم کے لیے مُضر ہوتی ہیں، لہٰذا پروگرام دیکھتے وقت کمرے میں بالکل اندھیرا نہ کیجیے اور ٹیلے وژن سیٹ کے بالکل قریب نہ بیٹھیے، بلکہ دس بارہ فیٹ کے خاصے فاصلے پر بیٹھیے۔ سارے پروگرام مسلسل نہ دیکھیے۔ تھوڑی دیر کے لیے پردے پر سے نظر ہٹا لیا کیجیے اور قدرتی روشنی میں باہر چلے جائیے۔

س: ہپناٹزم سے کیا مُراد ہے؟
سید فرحت حسین جیلانی، کراچی

ج: ہپناٹزم یا تنویم اپنی باتوں اور نگاہ سے دوسروں کو متاثر اور مکمل طور پر متوجہ کر لینے کا

علم ہے۔ یہ عمل کرنے والا بہت اچھا بولنے والا ہوتا ہے اور اس کی آنکھوں میں کچھ ایسی چمک اور طاقت ہوتی ہے کہ دوسرا شخص اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور اس کی ساری توجہ اُسی کی طرف مَبذُول ہو جاتی ہے، جیسے وہ سو گیا ہے، لیکن اپنے عامل کی ہر بات سمجھتا ہے اور اُس کے سوالات کے جواب دیتا ہے۔ اب تو اس عمل کے ذریعہ سے اپریشن تک کیے جا رہے ہیں اور مریض کو کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

س: لوہا گرم ہو کر سُرخ کیوں ہو جاتا ہے؟ یہ کیا عمل ہے؟

تنویر عباس ہاشمی، پپلاں میانوالی

ج: لوہا گرم ہوتا ہے تو اس کے ایٹم نہایت تیزی سے حرکت کرنے لگتے ہیں اور اُس سے خاص طرح کی کچھ شعاعیں نکلنے لگتی ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ ہمیں سرخ نظر آنے لگتا ہے۔

س: انسان اندھیرے میں کیوں نہیں دیکھ سکتا؟ کریم بخش بلوچ

ج: دیکھنے کا تعلق روشنی سے ہے۔ اگر روشنی نہ ہو تو ہم کچھ نہیں دیکھ سکتے، کیوں کہ ہماری آنکھ کی بناوٹ ہی ایسی ہے۔ بلّی اور بعض دوسرے جان دار اندھیرے میں بھی دیکھ سکتے ہیں، کیوں کہ قدرت نے انھیں شکار کرنے اور زندہ رہنے کے لیے ایسی آنکھیں دی ہیں، جو مدّھم سے مدّھم روشنی میں بھی دیکھ سکتی ہیں۔ اندھیرا ہونے کے باوجود کچھ روشنی باقی رہتی ہے جس سے ہماری آنکھیں تو اثر نہیں لیتیں، لیکن بعض جان داروں کے لیے وہ تھوڑی سی روشنی بھی کافی ہوتی ہے اور وہ اُسی میں دیکھ لیتے ہیں۔

س: روبوٹ کیا ہے اور کس طرح کام کرتا ہے؟ سلمان رشید پیرزادہ، سکھر

ج: روبوٹ اُس خود کار مشین کو کہتے ہیں، جو کام تو انسانوں کی طرح کرتی ہے، لیکن نہ وہ تھکتی ہے نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے اور نہ آرام کرتی ہے۔ یہ خود کار نظام کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

س: زمین اگر ایک مقناطیس ہے تو وہ دوسرے مقناطیس کو اپنی طرف کیوں کھینچتی ہے، حال آنکہ

مقناطیس ایک دوسرے کو دفع کرتے ہیں۔ اور یہ نظریہ کس سائنس داں نے پیش کیا؟
سید معین اقتدار، کراچی
ج : زمین ایک بہت بڑا مقناطیس ہے۔ اس کا شمالی مقناطیسی قطب بھی ہے اور جنوبی بھی۔ جب ہم کسی مقناطیس کو لٹکاتے ہیں تو اُس کا ایک سرا شمال کی جانب ہو جاتا ہے اور دوسرا جنوب کی طرف۔ زمین کا شمالی قطب مقناطیس کے جس قطب کو اپنی طرف کر لیتا ہے وہ اصل میں اس مقناطیس کا جنوبی قطب ہوا۔ (کیوں کہ مخالف قطبین ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں) لیکن چوں کہ شروع سے ہی مقناطیس سے سمت معلوم کرنے کا کام لیا جاتا رہا ہے، اس لیے ہم اس قطب کو جنوبی نہیں بلکہ شمالی کہتے ہیں یعنی وہ قطب یا سرا جو ہماری زمین کے شمال کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ شمالی قطب تلاش کرنے والا سرا ہوا۔

س: بجلی میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو کٹ آؤٹ کیا کام انجام دیتا ہے؟
زینت افزا، محمد صدیق صابری، سوڈی گوجر
ج : آپ غالباً یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ بجلی کے تار کہیں مل جائیں تو فیوز کیا خدمت انجام دیتا ہے۔ فیوز ملائم دھات کا تار ہوتا ہے۔ بجلی اس کے ذریعے سے ہمارے گھر میں داخل ہوتی ہے اور ہر کمرے یا کئی کمروں کو ملا کر ایک فیوز الگ بھی ہوتا ہے۔ اگر بجلی زیادہ آجائے یا اُس کے ننگے تار کہیں مل جائیں تو ہم اسے شارٹ سرکٹ کہتے ہیں۔ اُس وقت شعلہ نکلتا ہے اور گھر میں آگ لگنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ فیوز ہمیں اس خطرے سے بچاتا ہے۔ اُس کا تار نرم ہوتا ہے اس لیے شارٹ سرکٹ کے وقت یہ تار فوراً جل جاتا ہے اور کرنٹ آنا بند ہو جاتا ہے اور عمارت محفوظ رہتی ہے۔ بعض لوگ زیادہ بوجھ ڈالنے کی غرض سے فیوز میں موٹا سخت تار لگاتے ہیں، لیکن ایسا کرنا خطرناک ہے۔

س: کس سیارے کے گرد سب سے زیادہ چاند ہیں؟

محمد علی، کراچی
ج : نظامِ شمسی کے سب سے بڑے سیارے مشتری کے بارہ چاند ہیں، جو سب سے زیادہ ہیں۔

نیچے لکھے ہوئے سوالات کے جوابات ۱۵۔مئی ۸۴ء تک ہمیں بھیج دیجیے اور ان پر معلومات عامّہ ۲۱۷ ضرور لکھ دیجیے۔ جوابات الگ کاغذ پر نمبروار لکھیے اور آخر میں اپنا نام اور پتا بھی لکھیے۔ تصویر کے پیچھے اپنا نام اور اپنے شہر یا قصبے کا نام ضرور تحریر کریں۔

۱۔ ان خلیفۂ راشد کا نام بتائیے جنھوں نے سب سے زیادہ عمر پائی؟
۲۔ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے آبائی گاؤں کا نام بتائیے۔
۳۔ جاپان کے اس پہاڑ کا نام بتائیے جس کی سب سے زیادہ تصویریں بنائی گئیں۔
۴۔ بتائیے "بلّی" کی اوسط عمر کتنی ہوتی ہے؟
۵۔ دنیا کی سب سے بلند آبشار کہاں ہے؟
۶۔ اگر ساڑھے چھے میٹر کپڑا چھبیس روپے کا آئے گا تو بتائیے ساڑھے تین میٹر کپڑا کتنے کا آئے گا؟
۷۔ بتائیے سری لنکا میں کس مذہب کے ماننے والوں کی اکثریت ہے۔
۸۔ بتائیے کس براعظم میں تمباکو سب سے پہلے بوئی گئی۔
۹۔ کوئی ایسا محاورہ لکھیے جس میں لفظ اونٹ دو مرتبہ آئے۔
۱۰۔ بتائیے لفظ "کبڈی" مذکر ہے یا مونث۔

*

عارف پہ کیا گزری — پچھلی قسطوں کا خلاصہ

عارف اور سلمٰی بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ اُن کی پرورش اُن کے ظالم چچا سلمان اور چچی کے ہاں ہوئی، جو اُن پر بڑے مظالم ڈھاتے تھے۔ دونوں بہن بھائی ظلم سہتے اور ماں کو یاد کر کے روتے رہتے۔ ایک دن چچی نے عارف کو اس قدر مارا کہ وہ بے حال ہو گیا اور اُس کے پاس اِس کے سوا کوئی راستہ نہیں رہا کہ وہ سلمٰی کے ساتھ اپنی نانی کے ہاں روانہ ہو جائے۔ ان کے گھر سے چلے جانے پر چچا اور چچی بہت خوش ہوئے، لیکن انھیں اچانک معلوم ہوا کہ عارف کو اس کے والد کے بیمے کا دو لاکھ رُپیہ ملنے والا ہے۔ چناں چہ وہ ان دونوں کی تلاش شروع کر دیتے ہیں اور اخبارات میں ان کی گمشدگی کا اشتہار دے دیتے ہیں۔

عارف اور سلمٰی ان باتوں سے بے خبر اپنے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔ انھیں سفر کے دوران مختلف لوگوں کا سامنا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے انھیں ریل میں ایک ایسے مرد اور عورت سے پالا پڑتا ہے جو بچوں کو اغوا کر کے اور ان کے ہاتھ پاؤں توڑ کر ان سے بھیک منگواتے ہیں۔ یہ لوگ دونوں بھائی بہن کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اتفاق سے اُنھیں اُن کا ایک ہم عمر لڑکا مل جاتا ہے جو انھیں تمام باتوں سے آگاہ کر دیتا ہے اور عارف سلمٰی کو لے کر وہاں سے فرار ہونے میں کام یاب ہو جاتا ہے۔

عارف اور سلمٰی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ چچا سلمان نے ان کو تلاش کرنے کے لیے اخبارات میں اشتہار چھپوا دیا ہے لہٰذا وہ لوگوں کی نظروں سے بچتے ہوئے ایک ایسے اجنبی مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں انھیں ایک خطرناک فقیر ملتا ہے، جو انھیں لوٹ لیتا ہے اور دونوں بہن بھائی کے ہاتھ پاؤں باندھ دیتا ہے۔ وہ اس کے پنجے سے بہ مشکل نجات پاتے ہیں۔ راستے میں عارف ایک بچّی کو تیز رفتار موٹر کی زد سے بچاتا ہے، جس سے خوش ہو کر بچّی کی والدہ دونوں بہن بھائی کو اپنے گھر لے جاتی ہیں۔ وہاں عارف کو شبہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ لوگ بھی بچّوں کو اغوا کرنے والے گروہ سے تعلق نہ رکھتے ہوں، لیکن ان کی غلط فہمی جلد دُور ہو جاتی ہے۔ وہ عارف اور سلمٰی کو ان کی نانی کے گھر تک پہنچانے میں مدد کرتے ہیں۔ عارف اور سلمٰی کے ان کے ہاں سے روانہ ہوتے ہی انسپکٹر فراز انھیں تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ جاتا ہے اور اسے جب معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بھائی بہن ابھی ابھی وہاں سے روانہ ہوئے ہیں، تو وہ ان کے تعاقب میں روانہ ہو جاتا ہے۔ تھوڑی سی کوشش سے عارف اور انسپکٹر فراز کا آمنا سامنا ہو جاتا ہے لیکن عارف اسے پتّھر مار کر زخمی کر دیتا ہے اور سلمٰی کو ساتھ لے کر فرار ہونے میں کام یاب ہو جاتا ہے۔ راستے میں اسے ایک ہمدرد لڑکا موسٰی ملتا ہے جو اسے اپنے قبیلے میں لے جاتا ہے۔ موسٰی کے والدین دونوں بھائی بہن کو فروخت کر دینے کا ارادہ کرتے ہیں۔ موسٰی کو کسی طرح اس کا علم ہو جاتا ہے۔ وہ عارف کو اپنے والدین کے ارادے سے آگاہ کر دیتا ہے اور عارف وہاں سے بھی بھاگنے میں کام یاب ہو جاتا ہے۔ دونوں بھائی بہن ایک سنسان مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں انھیں پولیس کا ایک سپاہی زخمی حالت میں ملتا ہے اس کے قریب ہی انھیں ایک بٹوا پڑا ہوا ملتا ہے۔ عارف وہ بٹوا لے کر چل پڑتا ہے۔

دونوں بہن بھائی ایک ٹرک میں سوار ہو جاتے ہیں۔ اتفاق سے ٹرک انھیں ایک تاریک گودام میں لے کر پہنچتا ہے، جہاں انھیں معلوم ہوتا ہے کہ ٹرک کے اندر وہی شخص بیٹھا ہوا ہے جو انھیں اسٹیشن سے بہلا کر لے گیا تھا اور اب اسمگلروں کا سرغنہ بن چکا ہے۔ عارف اور سلمٰی کسی طرح تاریک گودام سے نکلنے میں کام یاب ہو جاتے ہیں۔ اور رحمان پور روانہ ہو جاتے ہیں۔ راستے میں ایک ٹیکسی ان کے سامنے آکر رُکتی ہے اور ٹیکسی ڈرائیور انھیں رحمان پور پہنچا دینے کی پیش کش کرتا ہے جسے عارف قبول کر لیتا ہے۔ ٹیکسی ایک بوڑھی عورت کے مکان کے سامنے آکر رُکتی ہے۔ عارف سمجھتا ہے کہ اس کی نانی کا مکان آ گیا، لیکن کمرے کے اندر پہنچتا ہے تو وہ اپنے سامنے انسپکٹر فراز کو بیٹھا ہوا پاتا ہے۔

سلسلے وار کہانی

آخری قسط

عارف پہ کیا گزری

مہروز اقبال

عارف نے جب دیکھا کہ انسپکٹر کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا ہے، بلکہ وہ خوش نظر آ رہا ہے تو اس نے کہا، موسیٰ سیدھا سادا لڑکا ہے، جس نے اس پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ انسپکٹر سے اس نے موسیٰ کی رہائی کی سفارش کی۔ انسپکٹر فراز پہلی بار مسکرایا۔ اس نے کہا، "تم بالکل فکر نہ کرو۔ تمھارے دوست کو بہت جلد چھوڑ دیا جائے گا۔"

دونوں رات بھر کے جاگے ہوئے تھے لہٰذا وہ سونا چاہتے تھے۔ انھیں انسپکٹر کی بیوی نے ایک دوسرے کمرے میں سُلا دیا۔ شام ہوتے ہوتے انسپکٹر نے تمام ضروری کارروائی مکمل کر لی۔ جب عارف سو کر اُٹھا تو فراز نے کہا، "ہم تمھیں مسٹر سلمان کے بجائے تمھاری نانی کے ہاں پہنچا رہے ہیں۔"

اس نے عارف سے اس کی ماں کی تصویر لی اور رحمان پور کے مقامی اخبار میں اس عبارت کے ساتھ چھپنے کے لیے بھیج دی:

"ان کے بچّے عارف اور سلمٰی اپنی نانی کے پاس آنا چاہتے ہیں لہٰذا وہ فوراً یہاں آکر انھیں لے جائیں۔"

آدھی رات گزر چکی تھی۔ سلمٰی بے خبر سو رہی تھی، لیکن عارف مسلسل جاگ رہا تھا۔ اسے استاد کرم الٰہی کے آنے کا شدّت کے ساتھ انتظار تھا لیکن وہ ابھی تک نہ آیا۔ اتنے میں اُسے گلی کی جانب کُھلنے والی کھڑکی کی طرف سے آواز آئی، جیسے کوئی سلاخوں پر آری چلا رہا ہو۔ کچھ دیر بعد اُسے کسی نے آہستہ سے آواز دی، "عارف! اپنی بہن کو ساتھ لیے اس کھڑکی سے باہر نکل آؤ۔" عارف کو سخت تعجب ہوا، کیوں کہ یہ آواز استاد کرم الٰہی کی نہیں تھی۔ پھر یہ شخص کون ہو سکتا ہے؟ عارف ابھی کھڑکی کی طرف جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اس شخص نے پھر کہا، "ڈرو نہیں، مجھے انسپکٹر فراز کے دوست نے تمھاری مدد کے لیے بھیجا ہے۔" یہ سُن کر عارف نے سلمٰی کو جگایا اور وہ دونوں کھڑکی کے راستے گلی میں کُود گئے۔ اُس نے انھیں قریب کھڑی ہوئی جیپ میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ان کے بیٹھتے ہی جیپ روانہ ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی پولیس کی گاڑیاں حرکت میں آگئیں اور اس جیپ کو گھیر کر اُس شخص کو موقع پر گرفتار کر لیا۔ اس دوران عارف کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق پولیس کی ایک جماعت پرانے قلعے اور دوسری جماعت احسان آباد روانہ ہو چکی تھی۔ جہاں ارشد قید میں تھا اور اس جماعت کی قیادت انسپکٹر فراز کر رہے تھے۔

عارف اور سلمٰی دوسرے دن بھی انسپکٹر فراز کے گھر رہے۔ شام ہوتے ہوتے کسی نے دروازے پر دستک دی۔ یہ آنے والی عارف اور سلمٰی کی نانی تھیں۔ وہ دونوں بچّوں سے مل کر بہت خوش ہوئیں۔ دونوں کو لپٹا لیا اور ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے۔ انھوں نے جب چچا سلمان اور چچی کے ظلم کی داستان سُنی تو انھیں بڑا دُکھ ہوا۔ سلمٰی نے بھولپن سے کہا، "نانی جان! آپ ہمیں چچا جان کے ہاں نہ بھیجیے گا، ہم تو آپ کے پاس رہیں گے۔" نانی نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا، "اب ہماری بیٹی ہمارے پاس ہی رہے گی۔" انھوں نے بیگم فراز کا شکریہ ادا کیا اور دونوں بچوں کو لے کر رحمان پور چلی گئیں۔

یہاں ان کے لیے نئے کپڑے بنوائے گئے اور انھیں اسکول میں داخل کرایا گیا۔ اور وہ ہنسی خوشی رہنے لگے۔ اس طرح کئی دن گزر گئے۔

ایک دن صبح جب عارف اور سلمٰی اسکول جانے کے لیے گھر سے نکلے تو وہ ٹھٹھک کر رہ گئے۔ سامنے چچا سلمان کھڑے تھے۔ انھوں نے پہلے بڑے پیار سے کہا، "تم لوگوں کی وجہ سے مجھے اور تمھاری چچی کو بڑی فکر تھی۔ یہ اچھا ہوا کہ تم لوگ اپنی نانی کے ہاں خیریت سے پہنچ گئے، لیکن تم ہمیشہ یہاں نہیں رہ سکتے۔ تمھیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔" سلمٰی چلائی، "نہیں نہیں، ہم آپ کے گھر کبھی نہیں جائیں گے۔" شور سُن کر ان کی نانی دروازے پر آئیں۔ چچا سلمان انھیں دیکھ کر گھر میں آگئے اور بولے، "میں ان بچّوں کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آیا ہوں۔" نانی جان نے غصّے سے کہا، "تم انھیں ہرگز نہیں لے جا سکتے۔ یہ میرے پاس ہی رہیں گے۔" اب سلمان کو بھی غصہ آگیا بولے، "یہ میرے مرحوم بھائی کے بچّے ہیں۔ ان پر میرا حق ہے اور آپ انھیں کسی طرح بھی نہیں رکھ سکتیں۔" نانی جان نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "اگر بھائی کے بچّوں کا اتنا ہی خیال ہوتا تو اُن پر اتنا ظلم نہ کرتے کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو جائیں۔" چچا سلمان غصّے سے بولے، "اچھا میں دیکھتا ہوں کہ انھیں آپ کیسے اپنے پاس رکھتی ہیں، میں کل انھیں لینے آؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ سلمٰی زور زور سے رونے لگی۔ عارف اور نانی جان نے اُسے سمجھایا، "تم فکر نہ کرو، چچا جان تمھیں ہرگز نہیں لے جا سکتے۔"

عارف اور سلمٰی جب اسکول سے گھر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ نانی جان گھر میں موجود نہیں ہیں۔ ایک اجنبی شخص گھر میں بیٹھا ہوا کتاب پڑھ رہا ہے۔ وہ انھیں دیکھ کر مسکرایا اور سلمٰی کو گود میں لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ سلمٰی ڈری اور اپنے بھائی کے پاس جاکر کھڑی ہو گئی۔ عارف بولا، "آپ کون ہیں؟ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" وہ شخص ابھی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ نانی جان گھر میں داخل ہوئیں۔ وہ ہنستے ہوئے بولیں، "ڈرو نہیں بیٹا، یہ تو تمھارے انور ماموں ہیں۔ کئی روز سے کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ میں نے انھیں تمھارے بارے میں سب بتا دیا ہے اور میں انھیں انسپکٹر فراز کے پاس بھیج رہی ہوں۔" پھر عارف اور سلمٰی انور ماموں سے خوش ہو کر ملے۔ دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔

تھوڑی دیر میں انور ماموں انسپکٹر فراز کے ہاں چلے گئے۔ جب وہ رات کو واپس آئے

تو انھوں نے کہا،" انسپکٹر فراز ضروری کام سے کہیں گئے ہوئے ہیں۔"
اگلے دن چچا سلمان پولیس کے دو سپاہیوں کے ساتھ نانی جان کے ہاں پہنچے اور عارف اور سلمیٰ کو ان کے ساتھ بھیجنے کا مطالبہ کیا اور یہ دھمکی بھی دی کہ اگر انھوں نے بچّوں کو نہ بھیجا تو اُن کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ پولیس کے آگے انور ماموں اور نانی جان بے بس ہو گئے۔ سلمیٰ حلق پھاڑ پھاڑ کر رونے لگی اور عارف چچا سلمان کو نفرت اور غصّے سے دیکھنے لگا۔ پولیس کے سپاہیوں نے دونوں بھائی بہن کو چچا سلمان کے ساتھ جانے پر مجبور کیا۔ نانی جان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انھوں نے بڑی منت سماجت کی کہ انھیں نہ لے جاؤ، لیکن چچا سلمان نے ان کی ایک نہ سُنی۔ ابھی وہ گھر سے نکلنے ہی والے تھے کہ ایک جیپ آکر دروازے کے سامنے رکی، جس سے انسپکٹر فراز باہر نکلا۔

دونوں سپاہی رُک گئے اور انھوں نے فراز کو سلوٹ کیا۔ نانی اماں نے اُسے مختصراً ساری رُوداد سُنائی۔ انسپکٹر فراز چچا سلمان سے مخاطب ہو کر بولا،" مسٹر سلمان! آپ اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھتے ہیں، لیکن آپ نے عارف اور سلمیٰ کی اخبار میں تصویر چھپوا کر سخت حماقت کی ہے۔

بیمہ کمپنی والوں کو شک ہو گیا ہے۔ انھوں نے ہمیں ایک تفصیلی رپورٹ بھیجی ہے۔ آپ شوق سے عارف اور سلمٰی کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ البتہ انشورنس کی رقم عارف کو اٹھارہ سال کی عمر کے بعد ہی ملے گی۔ اس وقت تک یہ رقم عدالت میں محفوظ رہے گی۔ اور ہاں یہ یاد رکھیے کہ اگر ان دونوں بچّوں کو کوئی بھی تکلیف ہوئی تو آپ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے۔"
یہ سُن کر چچا سلمان بوکھلا گئے۔ چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں اور ایک لفظ بولے بغیر تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

انسپکٹر نے عارف کو بتایا، "استاد کرم الٰہی اور اس کے تمام ساتھیوں کو موقع پر ہی گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ ملک کا بدترین اور خطرناک اسمگلر تھا۔ تمھارے اس کارنامے پر حکومت نے تمھیں پچاس ہزار رُپے انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔" یہ سن کر عارف بولا، "اس انعام کے تین حصّے ہونے چاہییں۔ اگر ارشد اور موسٰی بروقت مدد نہ کرتے تو ہم بھائی بہن کا حشر بھی ارشد سے کم نہ ہوتا۔" یہ سُن کر انسپکٹر فراز بہت خوش ہوا۔ بولا، "ہاں میں تمھیں ایک بات بتانا تو بھول ہی گیا، ٹھیرو۔" یہ کہہ کر اُس نے آواز دی، "باہر آجاؤ۔" کار کا دروازہ کُھلا اور موسٰی بھاگتا ہوا عارف کے قریب آگیا اور بولا، "امارا

ماں باپ نے اُم کو مار کے نکال دیا تھا۔ اُم اِدھر اُدھر پھر رہا تھا۔ پولیس نے اُم کو پکڑ لیا۔" عارف نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا،" اب تم ہمارے ہی ساتھ رہنا۔ اسکول میں پڑھنا اور اچھے لڑکوں کی طرح زندگی بسر کرنا۔" یہ سُن کر موسیٰ اسے احسان مند نظروں سے دیکھنے لگا۔

عارف نے انسپکٹر فراز سے ارشد کے متعلق پوچھا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ گھر میں ہے۔ عارف نے کہا،" میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔" انسپکٹر فراز نے اس سے وعدہ کیا کہ کسی دن وہ اسے ارشد سے ملانے ضرور لے جائے گا۔"

انور ماموں جو شروع سے بالکل خاموش کھڑے تھے اچانک نانی امّاں سے بولے،" امّی جان! ہمارے عارف کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس خوشی میں آج ہی ایک زبردست چائے پارٹی ہو جائے۔" نانی امّاں نے ہنس کر جواب دیا،" ہاں ہاں، کیوں نہیں چائے پارٹی ضرور ہوگی۔" انسپکٹر فراز اور انور ماموں کمرے میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور نانی امّاں کی نگرانی میں عارف، سلمیٰ اور موسیٰ نے جلدی جلدی چائے پارٹی کا انتظام کیا اور کچھ ہی دیر بعد ایک خوب صورت سی میز پر چائے کے ساتھ لذیذ بسکٹ، کیک، مٹھائی، سموسے، دہی بڑے اور پھل سجا دیے گئے۔ پھر سب نے خوب مزے سے چائے کے ساتھ یہ چیزیں کھائیں۔ (ختم شد)

---

* سکندرِ اعظم نے ۳۲۷ قبلِ مسیح میں پنجاب (ہندستان) دریافت کیا۔
* اطالوی سیاح مارکو پولو نے ۱۲۷۲ء میں چین دریافت کیا۔
* اطالوی راہب اُودورِک آوف پوردینوں (ODORIC OF PORDENONE) نے ۱۳۲۵ء میں تبت دریافت کیا۔
* سیاح نکّولو دی کونتی (NICCOLO DEI CONTI) نے ۱۳۲۵ء میں جنوبی چین دریافت کیا۔
* پرتگالی جہازراں واسکو دی گاما نے ۱۴۹۸ء میں ہندستان دریافت کیا۔
* اسپین کے سینٹ فرانسس زیویئر نے ۱۵۴۹ء میں جاپان دریافت کیا۔
* جرمن دریافت کنندہ کارسٹین نیبہر نے جزائر العرب دریافت کیے۔
* جرمن سائنس داں فرڈیننڈ ریچ ہوفین (RICHTHOFEN) نے ۱۸۶۸ء میں چین دریافت کیا۔
* روسی دریافت کنندہ نکولائی ایم پرزیوَلسکی نے ۷۳-۱۸۷۰ میں منگولیا دریافت کیا۔
* سوئیڈن کے سائنس داں سوین ہیڈین نے (۱۸۹۰ء تا ۱۹۰۸ء) وسطی ایشیا دریافت کیا۔

۵ ہزار زبانیں — ۴ لاکھ نوّے ہزار الفاظ

● دنیا میں موجودہ زبانوں اور بولیوں کی کل تعداد تقریباً ۵ ہزار ہے۔ ان میں سے صرف ہندستان میں زبانوں اور بولیوں کی تعداد ۸۴۵ ہے۔

● جس زبان کو سب سے زیادہ لوگ بولتے ہیں وہ ہے مینڈارین (یا شمالی چینی زبان)۔ اس زبان کو ۶۹۵۰۰۰۰۰۰ لوگ بولتے ہیں، جو علاقے کی کل آبادی کا ۶۸ فی صد ہیں۔

● چینی زبان کے بعد سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان انگریزی ہے۔ ۱۹۸۱ء کے وسط تک انگریزی بولنے والوں کی مجموعی تعداد چالیس کروڑ تھی۔ دنیا کے ۵۴ خود مختار ملکوں کی دس یا دس سے زیادہ فی صد آبادی انگریزی بولتی ہے۔

● برطانیہ اور آئرلینڈ میں چھے علاقائی زبانیں رائج ہیں، جن میں انگریزی، کورنش (CORNISH) اِسکاٹش گیلِک (SCOTS GAELIC)، ویلش، آئرش گیلِک (IRISH GAELIC) اور رُومانی (ROMANY) زبانیں شامل ہیں۔ ان زبانوں میں سب سے زیادہ انگریزی کا رواج ہے۔

● دنیا میں بہت سی ایسی زبانیں ہیں جو بالکل ختم ہو چکی ہیں۔ ان میں ایک زبان خَزَر (KHAZAR) بھی ہے۔ "گریٹ سوویٹ اِنسائکلو پیڈیا" کے بیان کے مطابق اس زبان کا صرف ایک لفظ فنا ہونے سے رہ گیا ہے۔ اس لفظ کا مطلب ہے: "میں نے پڑھا ہے۔"

● انگریزی زبان میں کل چار لاکھ نوّے ہزار الفاظ کے علاوہ تین لاکھ فنّی اِصطلاحات ہیں جو دنیا کی کسی بھی زبان سے زیادہ ہیں، لیکن شاید ہی کوئی ایسا انگریز ہو گا جو ساٹھ ہزار الفاظ بھی استعمال کرتا ہو۔ برطانیہ میں جو لوگ ۱۶ سال تک مسلسل تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ بھی بولنے میں مشکل سے پانچ ہزار اور لکھنے میں دس ہزار الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

● دنیا میں سب سے زیادہ زبانیں جاننے والے شخص کا نام جارج ہنری شمٹ ہے۔ شمٹ صاحب فرانس میں ۲۸ دسمبر ۱۹۱۴ء کو پیدا ہوئے تھے اور ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۱ء تک اقوام متحدہ کے شعبۂ اصطلاحات کے سربراہ رہے۔ وہ ۳۱ زبانیں جانتے ہیں۔

● برطانیہ میں سب سے بڑے ماہر لسانیات کا نام جارج کیمبیل ہے۔ جو بی۔بی۔سی لندن کی بیرونی نشریات

کے شعبے سے وابستہ تھے اور اب ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اس شعبے میں ۳۹ زبانوں میں کام ہوتا ہے۔

- تاریخ میں سب سے زیادہ زبانوں میں واقفیت رکھنے والوں میں چند نام نمایاں ہیں۔ کارڈینل میزوفنٹی (۱۷۷۴ء تا ۱۸۴۹ء) ۲۶ یا ۲۷ زبانیں جانتے تھے۔ پروفیسر رُسک (۱۷۸۷ء۔ ۱۸۳۲ء)، سر جان بورِنگ (۱۷۹۲ء۔ ۱۸۷۲ء) اور ڈاکٹر ہیرالڈ ولیمز (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۲۸ء) ۲۸ زبانوں سے واقف تھے۔
- دنیا میں سب سے زیادہ حروف تہجّی جس زبان میں ہیں وہ ہے کمبوڈیا کی زبان، جس میں ۷۲ حروف ہیں۔ ان میں وہ حروف بھی شامل ہیں جو استعمال نہیں ہوتے۔ اور سب سے کم حروف تہجّی والی زبان روٹوکاس (ROTOKAS) ہے جو مرکزی بوگین وائل جزیرے میں رائج ہے۔ اس زبان میں صرف گیارہ حروف ہیں۔

جانوروں کی عمریں

نام	جانوروں کی اوسط عمر	زیادہ عمر کا رکارڈ	نام	جانوروں کی اوسط عمر	زیادہ عمر کا رکارڈ
گھوڑا	۲۰ سے ۲۵	۵۰	شیر ببر	۱۰	۲۹
کنگرو	۴ سے ۶	۲۳	بندر	۱۲ سے ۱۵	۲۹
چوہا	۱ سے ۳	۴	فاختہ	۱۰ سے ۱۲	۳۹
خرگوش	۶ سے ۸	۱۵	بھیڑ	۱۲	۱۶
بھیڑیا	۱۰ سے ۱۲	۱۶	موش (بڑا چوہا)	۳	۵
لومڑی	۸ سے ۱۰	۱۴	ہاتھی	۳۰ سے ۴۰	۷۱
بطخ	۱۰	۱۵	کتّا	۱۰ سے ۱۲	۲۴
ہرن	۱۰ سے ۱۵	۲۶	گائے	۹ سے ۱۲	۲۵
مرغی	۷ سے ۸	۱۴	بلّی	۱۰ سے ۱۲	۲۶
ریچھ	۱۵ سے ۳۰	۴۷	گدھا	۱۸ سے ۲۰	۶۳
بکری	۱۲	۱۷	دریائی گھوڑا	۳۰	۴۹

نونہال مصوّر

ڈائمنڈ عمانوائیل، لاہور

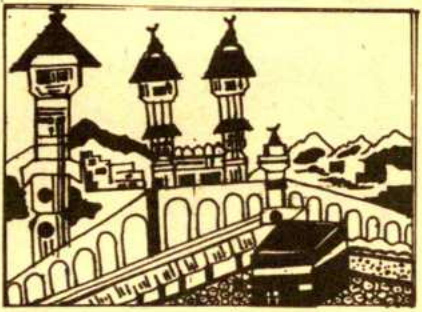

عقیل احمد شیخ، میرپور خاص

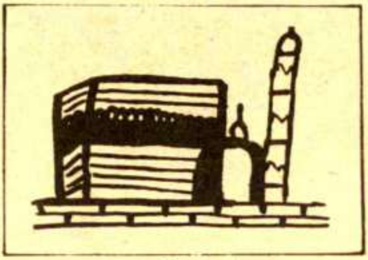

سہیل منصور، کوئٹہ

محمد حسین شاد، ملتان

نجمہ خورشید، کراچی

صبا نثار انصاری، کراچی

صحت مند نونہال

بشیر احمد، پنڈی گھیپ

شوکت ظفر، کراچی

عبدالجبار، ٹنڈو محمد خان

وسوخ عالم، کراچی

عظمیٰ ساجد، کراچی

محمد یونس، جھنگ

بشیر احمد خان، کراچی

عظمت خان، کراچی

محمد زاہد قریشی، شہداد پور

شمیم احمد خان، کراچی

شمائلہ رانی قریشی، روہڑی

سید ثمر عباس زیدی، کراچی

عابد علی، راہوالی

پروین رئیس احمد، کراچی

محمد طیب، جیوانی

سہیل احمد، کراچی

زاہد اسلم، فیصل آباد

محمد عظمت رانا، کراچی

سلیم احمد، کراچی

عتیق الرحمٰن، پنڈ بھٹیاں

عمران ملک، کراچی

اکبر علی، فیصل آباد

شیر اکبر افغانی، کراچی

عزیز اللہ عابد، بورے والا

صائمہ، کراچی

سید شہباز احمد ہاشمی، کراچی

محمد اجمل خاں، کراچی

محمد اکمل خاں، کراچی

طاہرہ بی عرف جیمی، سکھر

سید عمران علی، میٹر

ہمدرد گھٹّی

بچّوں کے نظامِ ہضم کے لئے ایک قدرتی دوا

چنیدہ نباتات سے صدیوں پرانے اصولوں پر تیار کردہ ہمدرد گھٹّی نومولود بچّوں کا پیٹ صاف کرنے کے لئے ایک قدرتی دوا ہے۔ انتہائی خوش ذائقہ ہمدرد گھٹّی بچّوں کو گیس، قبض اور پیٹ کی بہت سی دوسری تکلیفوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

مُسکراتے رہو

بیٹا: ابّو، بتائیے کیا آپ اندھیرے میں لکھ سکتے ہیں؟

باپ: ہاں، کیوں نہیں!

بیٹا: تو پھر بتّی بُجھا دیجیے اور میری اسکول رپورٹ پر دستخط کر دیجیے۔

مرسلہ: سید وجاہت علی

جج: (ملزم سے) تمھاری آخری خواہش کیا ہے؟

ملزم: جناب، آم کھاؤں گا۔

جج: یہ آم کا موسم نہیں ہے؟

ملزم: جب تک انتظار کر لوں گا۔

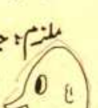

استاد: (شاگرد سے) تمھیں کون سی چیز میرا ادب کرنے پر مجبور کرتی ہے؟

شاگرد: یہ چھڑی جو ہر وقت آپ کے ہاتھ میں رہتی ہے۔

مرسلہ: یوسف انجم، علی واہن، ردہڑی

استاد: (شاگرد سے) گنگا کیا ہے؟ کہاں سے نکلتا ہے اور کہاں جا گرتا ہے؟

شاگرد: جناب، گنگا میرا دوست ہے، وہ صبح اپنے گھر سے نکلتا ہے، تمام دن میرے گھر میں کھیلتا ہے اور رات کو اپنے بستر پر جا گرتا ہے۔

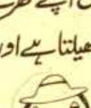

ایک لڑکے کا امتحان ہو رہا تھا جس دن وہ حساب کا پرچہ کر کے گھر آیا تو اس کے باپ نے پوچھا، "بیٹا، حساب کا پرچہ کیسا کیا؟" لڑکے نے کہا، "ایک سوال غلط کیا ہے۔"

باپ نے پوچھا، "پرچے میں کتنے سوال پوچھے گئے تھے؟" لڑکے نے جواب دیا کہ دس۔

باپ: "باقی سوال ٹھیک کیے ہیں نا؟" لڑکے نے کہا، "باقی نو سوال میں نے کیے ہی نہیں۔"

نوکر روتا ہوا دفتر پہنچا تو مالک نے ازراہِ ہمدردی پوچھا، "کیا بات ہے

آج کیوں رو رہے ہو؟" نوکر نے جواب دیا کہ مجھے بیوی نے مارا ہے۔

مالک نے برجستہ کہا، "نالائق، اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ کیا کبھی ہمیں بھی روتے دیکھا ہے؟"

مرسلہ: گلشن علی ابڑو، کراچی

بھائی جان: "منّے، یہ تم اتنا شور کیوں مچا رہے ہو، خاموش ہو جاؤ، اگر تم اب بولے تو تمھاری زبان کاٹ کر پھینک دوں گا۔"

منّا: (معصومیت سے) آپ اپنے کان کیوں نہیں کاٹ لیتے۔

مرسلہ: فرح ناز، سعود آباد

"یہ لو اور میری صحت کے لیے دعا کرو۔" ایک خاتون نے فقیر کو دس پیسے کا سکّہ دیتے ہوئے کہا۔

گداگر نے جواب دیا، "نہیں محترمہ، آپ کے چہرے کی زردی سے پتا چلتا ہے کہ دس پیسے کی دعا آپ کے لیے کافی نہیں ہو گی۔

پاگل خانے کے صحن میں دو پاگل گھوم رہے تھے کہ ایک کتا دکھائی دیا۔ ایک پاگل فوراً اس کے پاس پہنچا اور ادب سے جھک کر بولا، "آداب عرض کرتا ہوں ہاتھی صاحب۔"

دوسرے نے اس کے دو تھپڑ مار کر کہا، "ابے کیا یہ ہاتھی ہے؟" پہلے نے جواب دیا، "مجھے معلوم ہے یہ گھوڑا ہے دراصل میں تو اسے چھیڑ رہا ہوں۔"

مرسلہ: انور جعفری، روہڑی

ڈاکٹر نے مریض سے کہا، "میں نے اپنی فیس بالکل واجبی بتائی ہے۔ ویسے آپ کی مرضی ہے، مگر جاتے جاتے یہ تو بتاتے جائیے کہ وہ کون سا ڈاکٹر ہے جو بغیر رقم لیے دانت نکال دے گا؟"

مریض: ایک صاحب سے میں نے قرض لیا ہوا ہے وہ آج مجھے الٹی میٹم دے گئے ہیں کہ شام تک ان کی رقم نہ ملی تو وہ میرے دانت باہر نکال دیں گے۔"

مرسلہ: ظفر علی، کراچی

ایک آدمی تھانے دار کے پاس گیا اور اس سے شکایت کی، "جناب، میری بیوی نے دھمکی دی ہے کہ وہ ٹانگ مار کر میرا سر پھوڑ دے گی۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمھاری بیوی ٹانگ مار کر سر پھوڑ دے۔" تھانے دار بولا۔

"جناب، اس کی ایک ٹانگ لکڑی کی ہے۔" آدمی نے جواب دیا۔

مرسلہ: حسن عامر، کراچی

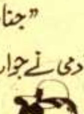

ایک پلٹن کے سپاہیوں نے اپنے افسر سے شکایت کی کہ آج کھانا باسی اور بدمزہ تھا۔ افسر بولا، "غلط ہے، آج تو کھانا اتنا اچھا تھا کہ اگر نپولین کی فوج کو دیا جاتا تو وہ پوری دنیا کو فتح کر لیتی۔"

اس پر ایک سپاہی بولا، "مگر جناب، نپولین کے زمانے میں یہ کھانا تازہ تھا۔"

مرسلہ: محمد ہاشم رشید، کراچی

اس شمارے کے چند مشکل الفاظ

ہر لفظ کے سامنے اُس زبان کا اشارہ بھی لکھا گیا ہے جس سے وہ لفظ اردو میں آیا ہے۔ یہ اشارے اس طرح سے لکھے ہوئے ہیں: ع = عربی، ف = فارسی، ہ = ہندی، س = سنسکرت، ت = ترکی، انگ = انگریزی، الف = اردو۔

احکام :(ع) اَحْ کا مْ : حکم کی جمع۔

اکابر :(ع) اَ کا بِر : اکبر کی جمع، بڑے لوگ۔

بیڑا :(ھ) بی ڑ ا : کسی مشکل کام کے انجام دینے کا ذمّہ لینا، عہد کرنا، ہامی بھرنا، شرط باندھنا۔

چشم زدن :(ف) چَش مْ زَ دَنْ : پلک جھپکتے ہی، لمحہ بھر۔

منہمک :(ع) مُنْ ہَ مِک : انہماک رکھنے والا، کسی کام میں محو۔

جِلا :(ع) جِ لا : چمک، روشنی، صفائی، چمکانا۔

دافع :(ع) دَ ا فِعْ : دُور کرنے والا، ہٹانے والا۔

ہادی :(ع) ہَا دِ ی : رہنما، پیشوا، ہدایت کرنے والا۔

قُرب :(ع) قُ رْ بْ : پاس، نزدیکی، رشتہ، قربت۔

جود :(ع) جُو دْ : بخشش، سخاوت، فیاضی۔

سَخا :(ع) سَ خَا : سخی ہونا، عطا، سخاوت۔

عار :(ع) عَا رْ : عیب، شرم۔

کاسہ :(ف) کَا سَ ہْ : پیالہ، کٹورا۔

نیاز :(ف) نِ یا زْ : حاجت، آرزو، خواہش۔ فاتحہ، درود۔

چارہ ساز :(ف) چَا رَ ہْ سَازْ : معالج، کام بنانے والا، کام درست کرنے والا، اللہ تعالیٰ۔

حدِّ فاصل :(ف) حَدْ دے فَا صِلْ : وہ چیز جو دو چیزوں کے بیچ میں آکر ایک دوسرے کو جُدا کر دے۔

ساقط :(ع) سَا قِطْ : گرنے والا، گرا ہوا۔

اِتصال :(ع) اِتْ تِصَا لْ : میل، ملنا، کسی کام کا لگاتار ہونا۔

گیتی :(ف) گے تِیْ : دُنیا، عالم۔

آب و گِل :(ف) آ بو گِلْ : پانی اور مٹی، کیچڑ، مزاج، عادت۔

خُلق :(ع) خُلْ قْ : عادت سوت۔ اس کی جمع اخلاق ہے۔

احیا :(ع) اِحْ یَا : زندہ کرنا، جان ڈالنا۔

بالعموم :(ع) بِلْ عُمُو مْ : عام طور سے، عموماً۔

حدید :(ع) حَ دِ یدْ : لوہا، تیز کی ہوئی چیز۔

خلّاق :(ع) خَلْ لَا قْ : بہت پیدا کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام۔

گیاہ :(ف) گِ یاہ : گھاس۔

گدا :(ف) گَ دَ ا : فقیر، بھکاری۔

کارساز :(ف) کَا رْ سَا زْ : کام بنانے والا۔

مدّاح :(ع) مَدْ دَا حْ : تعریف کرنے والا

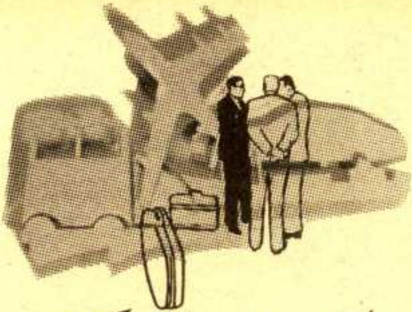

سفر میں کارمینا ساتھ رکھیے

سفر مختصر ہو یا طویل سفر کی تھکان، آب وہوا
اور کھانے پینے کے معمول میں تبدیلی، عموماً
نظامِ ہضم کو متاثر کرتی ہیں۔
دورانِ سفر اپنی غذا کا خاص خیال رکھیے۔
اناپ شناپ اور مرغن مسالے دار
اشیائے خوردنی سے پرہیز کیجیے۔
بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن
اور تیزابیت وغیرہ کی صورت میں
کارمینا استعمال کیجیے۔

کارمینا

نظامِ ہضم کو بیدار کرتی ہے، معدے
اور آنتوں کے افعال کو منظم و درست کرتی ہے

کارمینا ہمیشہ گھر میں رکھیے

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

آوازِ اخلاق

دیانت داری خود اعتمادی پیدا کرتی ہے

سکندرِ اعظم

دنیا کے مشہور ترین بادشاہوں میں سکندرِ اعظم کا نام سرِفہرست ہے۔ یہ نام ور اور بلند اقبال فاتح صوبۂ مقدونیہ کے شہر پیلا میں ۳۵۵ برس قبلِ مسیحؑ پیدا ہوا۔ مقدونیہ یونان کے شمال میں ہے۔ سکندر کا باپ فیلقوس مقدونیہ کا بادشاہ تھا اور اس کی ماں کا نام المپیاس تھا۔ سکندر بچپن ہی سے ہونہار معلوم ہوتا تھا اور اس کی تعلیم و تربیت شاہانہ طریقے سے کی گئی تھی۔ سکندر کی پہلی اُستانی اس کی دایہ لےنیکا تھی۔ اس کے بعد لیونٹس یسیمالوس اتالیق مقرر ہوئے اور تکمیل ارسطو کی تعلیم سے ہوئی جس میں بڑا حصّہ فلسفہ اور ریاضی کا تھا۔

سکندر کی سوانح عمری میں سب سے زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ اس نے بیس سال کی عمر میں سلطنت شروع کی اور بتیس سال کی عمر میں فوت ہو گیا اور صرف بارہ سال میں دنیا کا اس قدر حصّہ فتح کر لیا جو ایک صدی میں بھی دشوار ہے۔ سکندر کی فتوحات میں سب سے عظیم الشان دارا کا مقابلہ ہے جس میں گیارہ لاکھ پیدل اور دس ہزار ایرانی سوار تھے اور سکندر کی کل فوج پچاس ہزار تھی، مگر دارائے عجم کو بہ مقام اربیلا (اردبیل) ۳۳۳ قبلِ مسیحؑ شکست ہوئی۔ اس فتح سے تمام مغربی ایشیا پر سکندر کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد سکندر نے اس تمام علاقے پر قبضہ کر لیا جو دریائے ڈینوب اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہے اور آخر میں فتوحات کا سیلاب بیاس اور ستلج کے سنگم تک پہنچ گیا۔ اُس وقت سکندر کی عمر ۲۶ برس کی تھی۔ فتوحات سے سکندر کا غرور بڑھتا جاتا تھا اور مزاج سے سپاہیانہ سادگی، اعتدال، انصاف پسندی رخصت ہوتی جاتی تھی۔ لباس، پوشاک، رہن سہن کے طریقوں اور عیش و عشرت میں سکندر ایرانیوں کی نقل کرنے لگا تھا اور قومی خصوصیات رخصت ہو رہی تھیں۔

سکندر کی سوانح عمری سے انسان کو نہایت مفید سبق حاصل ہو سکتے ہیں۔ سکندر نے ملک فتح کرنے کے ساتھ ساتھ یونانی تہذیب اور زبان کو بھی ترقی دی۔ علم جغرافیہ اور مختلف اشیا کے عجیب و غریب نکات قدیم دنیا کو صرف سکندر کے ذریعے سے معلوم ہوئے۔ اس نے کم از کم ستّر شہر آباد کیے اور یہ شہر ایسے مقامات پر آباد کیے جن کے ذریعے سے تجارت اور تہذیب میں بہت ترقی ہوئی۔

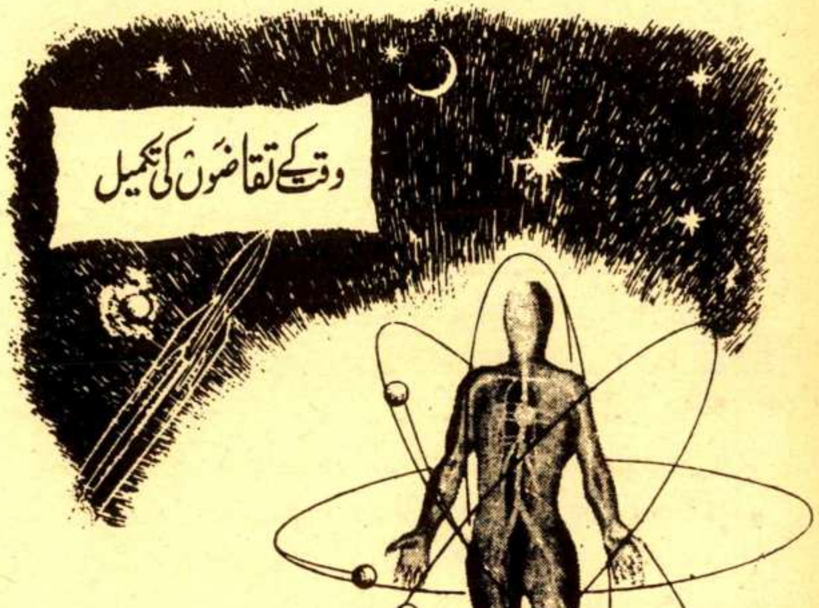

● عہدِ جدید کے تقاضے ماضی سے کہیں مختلف ہیں۔ اس عہد کے زاویہ ہائے نظر بھی بالکل جدا ہیں۔ سائنس کی وجہ سے انسانی تصورات میں جو انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ان کے معاشرتی ردِ عمل نے انسان کے لیے گوناگوں مسائل پیدا کر دیے ہیں ہمیں ان مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔

اِن ہی اہم مسائل میں صحت کا مسئلہ بھی ہے جسے ہمدرد اس دور کے تقاضوں کے مطابق ترقی یافتہ سائنسی طریقوں کی مدد سے حل کرنے کے لیے سرگرمِ کار ہے

ہمدرد

ہمدرد دواخانہ (وقف) پاکستان

نونہال ادیب

حمد

مرسلہ: آفتاب یاسر

ترا ہی سہارا ہے ہم کو خدایا
میں غفلت میں تھا تُو نے مجھ کو جگایا

میں ہر پل ترا نام لیتا رہوں گا
ترا چار سُو ابرِ رحمت ہے چھایا

اُسی کو عطا کی ہے جنّت ہمیشہ
ہے سینے سے جس نے بھی قرآں لگایا

عطا سب کو نورِ ہدایت کیا ہے
ہر اِک شخص کو سیدھا رستہ دکھایا

معافی عطا ہو گناہوں کی یارب
گدا بن کے یاسر ترے دَر پہ آیا

نعت

مرسلہ: سیف الرحمٰن کلسی، شاہ پور چاکر

نام محمد صلّی علیٰ آنکھوں کی ٹھنڈک دِل کی جِلا
آؤ اُن کا ذکر کریں ہم جو ہیں دافعِ رنج و بلا

جن کو اُن کا قُرب ملا ہے بن گئے ہادی و راہ نما
چشمِ کرم کی ایسی عطا ہے واہ رے شان جود و سخا

محفلِ نعت کی بات نہ پوچھو شاہِ مدینہ آتے ہیں
جس پر نظرِ کرم ہو جائے اس کے دن پھر جاتے ہیں

جب بھی مشکل پیش آئی ہے دل نے اُن کو پکارا ہے
انجم اپنا تو یہ یقیں ہے اُن کا کرم ہو جاتا ہے

نام محمد صلّی علیٰ آنکھوں کی ٹھنڈک دِل کی جِلا
آؤ اُن کا ذکر کریں ہم جو ہیں دافعِ رنج و بلا

پاکستان

نشید اللہ خان، کراچی

- پاکستان کا نام سب سے پہلے چودہری رحمت علی نے تجویز کیا تھا۔
- پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائدِ اعظم تھے۔
- پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان تھے۔
- پاکستان کے پہلے صدر اسکندر مرزا تھے۔
- پاکستان کا پہلا دارالحکومت کراچی تھا۔
- کراچی آبادی کے اعتبار سے پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔
- پاکستان کی سب سے بڑی بندرگاہ کراچی کی بندرگاہ ہے۔
- پاکستان کا پہلا آسٹروٹرف ہاکی اسٹیڈیم، ہاکی کلب آف پاکستان، کراچی میں ہے۔
- پاکستان کی سب سے اونچی عمارت ۳۴۵ فیٹ بلند حبیب بنک پلازا، کراچی میں ہے۔
- پاکستان کا سب سے اونچا مینار، مینار پاکستان (لاہور) ہے جو ۲۰۶ فیٹ بلند ہے۔
- پاکستان کا سب سے قدیم مسلسل آباد شہر ملتان ہے۔
- پاکستان کا سب سے جدید شہر اسلام آباد ہے۔
- پاکستان کا سب سے گرم مقام جیکب آباد ہے۔
- پاکستان کی پہلی خشک بندرگاہ لاہور میں ہے۔
- پاکستان کا سب سے بڑا ریلوے اسٹیشن لاہور کا ریلوے اسٹیشن ہے۔
- پاکستان کی سب سے قدیم یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی (لاہور) ہے۔
- پاکستان کا سب سے لمبا دریا، دریائے سندھ ہے جس کی لمبائی ۳۰۴۰ کلومیٹر ہے۔
- پاکستان کی سب سے اونچی پہاڑی چوٹی کا نام "کے ٹو" ہے۔
- پاکستان کا سب سے بڑا ریڈیو اسٹیشن اسلام آباد میں ہے۔ (۱۰۰۰ کلوواٹ)
- پاکستان کی سب سے بڑی لائبریری، پنجاب پبلک لائبریری (لاہور) ہے۔
- پاکستان کا سب سے بڑا پارک، "پاکستان نیشنل پارک" راول پنڈی کا ہے۔ (۱۲۳۰۰ ایکڑ)
- پاکستان کی طویل ترین ریلوے لائن کراچی سے پشاور تک ہے۔
- پاکستان ہاکی ٹیم کے پہلے کپتان کا نام اقتدار علی شاہ دارا ہے۔
- پاکستان پہلی بار ۲۰ر دسمبر ۱۹۷۲ء میں مواصلاتی دور میں داخل ہوا۔
- پاکستان کا سب سے بڑا ریلوے پلیٹ فارم روہڑی کا ہے۔

خدمتِ خلق

محمد قاسم، ڈیرہ غازی خاں

آں حضرتؐ کا ارشادِ گرامی ہے کہ (سب سے اچھا

وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے) اس حدیث کی رو سے یہ حقیقت بہ آسانی ہم پر ظاہر ہوتی ہے کہ سب سے بہتر انسان وہ ہے، جو مخلوق کی خدمت کرتا ہے۔ خود آں حضرتؐ کی ذاتی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ آپؐ لوگوں کے گھر جاکر اُن کے کام کاج کر دیا کرتے تھے۔ آپؐ لوگوں کا سودا سلف وغیرہ بازار سے لے آتے۔ غرض آپؐ نے خدمتِ خلق میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔

جب دونوں جہاں کے سردار، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شیوہ تھا کہ آپؐ مخلوق کی ہر طرح سے خدمت کرتے تھے تو ہمیں اس میں عار کیوں محسوس ہوتی ہے۔ ہمارا دین اسلام ہے اور اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدمتِ خلق سے گریز نہ کریں بلکہ اسے اپنا شعار بنائیں۔

پس ہمیں چاہیے کہ ہم خدمتِ خلق کو ایک مقدّس فریضہ سمجھیں۔ اپنے عزیزوں، دوستوں، محلے داروں اور اپنے ہمسایوں کی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کریں۔ اپنے آپ کو قوم کا سچّا خادم ثابت کرنے کی کوشش کریں، کیوں کہ روزِ قیامت ہماری نجات کا یہی ذریعہ ہے۔

عِلم و عقل

مرسلہ: فرخ بانو زیدی، کراچی

عِلم میں کس قدر بلندی ہے
عقل کی کتنی ہوش مندی ہے

عقل اور علم گر ہوئے یک جا
دونوں عالم میں سَر بلندی ہے

بھر دے گر علم سے وہ کاسۂ دِل
یہ تو اُس کی نیاز مندی ہے

بے نیازی نیاز ہو جائے
عقل پھر کار ساز ہو جائے

ظرف مل جائے چارہ سازوں کو
ہوش آجائے بے نیازوں کو

خطّۂ ارض پھر بنے گلزار
دیکھ کر ہچکچائیں یوں اغیار
جیسے کھل جائے مصر کا بازار

نماز

سہیل الرحمن خان غوری، کراچی

ایمان کے بعد اسلام کے جس فرض کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ نماز ہے۔ نماز کو عربی میں صلوٰۃ کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ دعا، تلاوتِ قرآن اور رحمت وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ تمام اعمال میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے۔ اس لیے حدیث میں فرمایا گیا کہ "اسلام اور کفر کے درمیان حدِ فاصل نماز ہے۔" اور فرمایا، "نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے نماز کو قائم کیا اس نے

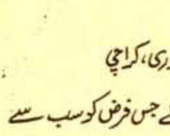

دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز چھوڑی اس نے دین کو گرا دیا۔" یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال ہوگا۔ سورۂ روم میں توحید کا حکم ان الفاظ میں ہے:

کیا گیا:

"فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا"

ترجمہ: "اپنا رُخ ہر جانب سے موڑ کر دینِ توحید پر سیدھا رکھ۔" اس کے بعد اسی سورت میں توحید کا حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

"وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ہ"

ترجمہ: "اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کے متعلق تاکید فرمائی کہ "جو شخص اپنی نمازوں کا خیال رکھے گا تو نمازیں قیامت میں اس کے لیے نُور بن جائیں گی اور اس کے ایمان کی بڑی پختہ دلیل ہوں گی۔ اس کے لیے نجات کا باعث ہوں گی۔ اور جس شخص نے اس کا کچھ خیال نہ رکھا تو قیامت کے دن وہ اس کے لیے نہ نور ہو گی، نہ حجت اور نہ اس کی بخشش کا ذریعہ۔ اور وہ قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔

نماز پہلی اُمتوں پر بھی فرض کی گئی تھی، لیکن پنجگانہ نماز نبوت کے تیرھویں سال رجب کے مہینے میں فرض کی گئی۔ صرف یہی وہ عبادت ہے جو دن میں پانچ بار فرض کی گئی جب کہ دوسری عبادات کا یہ حال نہیں، مثلاً زکوٰۃ اور رمضان کے روزے سال میں ایک بار فرض کیے اور حج عمر میں ایک بار فرض کیا۔ نماز ہر شخص پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا بچہ، دولت مند ہو یا غریب، صحت مند ہو یا بیمار فرض ہے۔ نماز کسی شخص سے ساقط نہیں ہو سکتی۔

اگر انسان کھڑے ہونے کے قابل نہ ہو تو بیٹھ کر ادا کرے اگر بیٹھنے کے قابل نہ ہو تو لیٹ کر ادا کرے۔ اگر کوئی شخص خوف کی وجہ سے سواری پر سے نہیں اُتر سکتا ہو تو جس سمت میں نماز پڑھ سکتا ہو پڑھے۔

نماز کا ذکر قرآن مجید میں سات سو بار آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے متعدد بار ارشاد فرمایا: "اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ۔" (القرآن) اپنے گھر والوں کو بھی نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر قائم رہو اور پابند رہو، یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ اوقات میں (القرآن) اس سلسلے میں احادیثِ نبوی پیش کی جاتی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے ہر (بالغ) مسلمان مرد و عورت پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ ترکِ نماز آدمی اور کفر کے درمیان حدِ فاصل ہے۔

(۲) دینِ اسلام کے اس فرض کو وہ مقام حاصل ہے کہ شریعت کے تمام احکام حق تعالیٰ نے زمین پر بھیجے، مگر نماز کے احکام اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو آسمان پر بُلا کر بھیجے اور یہ معراج کا تحفہ ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک حسین رابطہ ہے۔ جب تک یہ رابطہ قائم نہ کیا جائے دلوں کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور بندہ حقیقی لذتوں سے محروم رہتا ہے۔ یہی وہ ایک روحانی شاہ راہ ہے جس سے گزرنے کے بعد ایک بندہ کی روح اپنے مالکِ حقیقی سے راہ و رسم اور رابطہ و اتصال پیدا کر لیتی ہے۔

نماز کی اصل روح تین چیزیں ہیں: (۱) خضوع

(۲) ذکر (۳) اظہارِ تعظیم۔ پہلی چیز کا تعلق دل سے ہے، دوسری کا زبان سے اور تیسری کا جسم سے۔ نماز کے ان تینوں عناصرِ ترکیبی کے بغیر نماز کا تصوّر ہی نہیں ہو سکتا۔

میں نے چائے بنائی

اشتیاق زبیری، کراچی

مجھے چائے بنانے کا بہت شوق تھا، لیکن جب سے یہ واقعہ پیش آیا ہے تو یہ شوق بالکل ختم ہو گیا۔ میں لڑکا ہوں اس لیے مجھے باورچی خانے میں جانے کی اجازت نہیں تھی اور باجی صاحبہ ہر وقت باورچی خانے میں ڈٹی رہتیں۔

ایک دن مجھے اپنا یہ شوق پورا کرنے کا موقع مل گیا۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ ابو کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ امّی اور باجی کو خریداری کے لیے جمعہ بازار جانا تھا۔ جب مجھ سے ساتھ چلنے کو کہا گیا تو میں نے ہوم ورک کرنے کا بہانہ بنا دیا۔ حال آنکہ میں ہوم ورک پہلے سے ہی کر چکا تھا، پھر امّی نے مجھ سے کہا کہ جب تک ہم نہ آجائیں دروازہ بند رکھنا۔ اب میں بہت خوش ہوا۔ جب امّی اور باجی جمعہ بازار چلی گئیں تو میں باورچی خانے میں چلا گیا۔ ابھی کیتلی میں پانی انڈیلا ہی تھا کہ دروازے پر گھنٹی بجی۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے باجی کھڑی تھیں وہ اپنے ساتھ تھیلا لے جانا بھول گئی تھیں۔ میں نے ان کو تھیلا دے دیا۔ جب وہ چلی گئیں تو سکون کا سانس لیا اور کیتلی چولہے پر چڑھا دی۔

آج میں نے پہلی بار چولہا جلایا تھا۔ چائے کا پانی چولہے پر رکھنے کے بعد میں باہر آکر کرسی پر بیٹھ گیا اور نونہال پڑھنے لگا۔ کافی دیر بعد میں نے باورچی خانے سے طرح طرح کی آوازیں سُنیں، یہ آوازیں سُن کر میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ میں نے جا کر دیکھا تو سارا پانی بھاپ بن کر اُڑ گیا تھا۔ پھر دوبارہ چولہے پر چائے کا پانی رکھا اور اب باورچی خانے میں ہی پانی اُبلنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب پانی اُبل گیا تو چائے کی پتی ڈھونڈی جو بڑی مشکل سے ملی اس وقت تک پانی بھی ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ دوبارہ پانی گرم کیا۔ اور اس مرتبہ چائے بڑی آسانی سے بن گئی۔ پھر میں نے چائے پی لی اور بہت خوش ہوا۔ تھوڑی دیر میں مجھے چکّر آنے لگے اور اوسان خطا ہو گئے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اتنے میں باہر گھنٹی بجی۔ میں بڑی مشکل سے دروازے تک پہنچا اور دروازہ کھول دیا۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔

جب ہوش آیا تو میں بستر پر لیٹا تھا اور سب لوگ مجھ پر ہنس رہے تھے۔ پھر باجی نے ہنستے ہوئے بتایا کہ تم نے جو چائے بنا کر پی تھی اس میں چائے کی پتی کے بجائے تمباکو ڈال دی تھی۔ یہ سُن کر مجھے بھی ہنسی آگئی۔

وقت کی آواز

مرسلہ: سید محسن قادری، اسلام آباد

ہم دورِ نو کا گیت ہیں
ہم زندگی کا ساز ہیں
ہم سینۂ گیتی کا دِل
ہم وقت کی آواز ہیں
ہم شمعِ بزمِ آب و گِل
ہم صبح کا آغاز ہیں
ہم پیار کی اِک داستاں
ہم زندگی کا راز ہیں

رشوت

مظفر علی مصوّر، روہڑی

انسان میں کچھ برائیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا اثر اُن کی ذات تک ہوتا ہے اور کچھ ایسی جو سارے ماحول کو گندہ کر دیتی ہیں۔ ایسی ہی برائی میں ایک بڑی بُرائی رشوت ہے۔ رشوت کی یہ دولت حلال و حرام کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور مال و دولت کی حرص بڑھ جاتی ہے۔

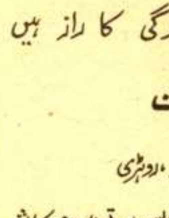

پھر انسان ناجائز وسیلے اختیار کر کے دولت جمع کرتا ہے۔ رشوت لینے والا سچائی کا خون کرتا ہے اور وہ لوگوں کے حقوق غصب کر کے عدل و انصاف کا چند روپہلی اور نقرئی ٹکڑوں کے عوض سودا کر دیتا ہے۔ اس کے دِل سے خدا کا خوف اُٹھ جاتا ہے اور وہ جائز و ناجائز کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے ملک و ملّت کے مفاد کو بڑے سستے داموں فروخت کر دیتا ہے۔ اُسے اپنے ذاتی مفاد کے علاوہ کسی شے سے محبت نہیں ہوتی۔

ایسے انسان ملک و قوم کے غدار ہوتے ہیں۔ انھیں تو رشوت چاہیے جو کوئی دے دے وہ اسے قبول کر کے ملک کا بڑے سے بڑا راز اور قوم کی قیمتی سے قیمتی امانت مُرتشی کے سپرد کر دیں گے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ "رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں"۔ اس طرح جو لوگ رشوت دیتے ہیں وہ بھی اتنے ہی مجرم ہیں جتنے لینے والے۔ سفارش کے عوض تحفے قبول کرنا رشوت لینے کے برابر ہے۔ چناں چہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو کسی کی سفارش کرے اور دوسرا سفارش کے بدلے میں کچھ تحفے پیش کرے اور وہ شخص قبول کر لے تو وہ گویا سود کے بڑے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے سے داخل ہوا۔

احساس

ابنِ شہباز خان، کراچی

اختر کو بڑی دعاؤں کے بعد اللہ نے ایک چاند سی بیٹی عطا کی تھی۔ یہ بیٹی ماں باپ کے لیے کسی خزانے سے کم نہ تھی۔ دونوں اسے دیکھ دیکھ کر

جیتے تھے اور اس کی چھوٹی چھوٹی دل چسپ اور شریر حرکتوں پر ہنستے تھے۔ اس بچّی کا نام "چاند" تھا - تھی بھی وہ چاند ہی کی طرح خوب صورت اور معصوم۔ چاند اب عمر کی چھٹی سیڑھی پر قدم رکھ رہی تھی، وہ دوسری جماعت کی بہت ذہین طالبہ تھی۔ اس کے استاد اس سے بہت خوش تھے اور ہر شخص اس کی تعریفیں کرتا رہتا تھا۔ اس کی امّی نے ایک دن کہا، "چاند بیٹی! شیرو دودھ والے سے ذرا دودھ تو لانا!"

"جی امّی لائی!" چاند ان کے قریب پہنچ کر بولی۔

"یہ لو پیسے..... اور سڑک خیال سے پار کرنا بیٹی، لوگ طوفانی رفتار سے گاڑی چلاتے ہیں" ماں نے اسے سمجھایا۔ "جی اچھا امّی!" چاند یہ کہہ کر باہر نکل آئی۔

چاند کو سڑک کے کنارے کھڑے ہوئے بہت دیر ہو گئی تھی، لیکن وہ ابھی تک سڑک نہیں پار کر سکی تھی۔ لوگ آجا رہے تھے۔ ہر کوئی اپنی دُھن میں مگن تھا۔ ان میں سے کسی کو بھی یہ خیال نہیں تھا کہ ایک چھوٹی سی بچّی سڑک پار کرنا چاہتی ہے، لیکن کم عمری کے سبب نہیں پار کر سکتی تو ہم اسے خود سڑک پار کروا دیں..... شاید ان کے دل میں رحم نہیں تھا۔ ان کا احساس مر چکا تھا۔ چاند بار بار سڑک کی طرف قدم بڑھاتی، لیکن پھر خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ جاتی۔ چند راہ گیروں نے اس کی طرف سرسری نظر سے دیکھا، لیکن منھ پھیر کر آگے بڑھ گئے۔ چاند نے سڑک کے دائیں بائیں دیکھا اور کوئی گاڑی نہ دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھی۔ ابھی وہ مشکل سے چند قدم آگے بڑھی تھی کہ سامنے سے ایک تیز رفتار بس آتی ہوئی نظر آئی اور چاند گھبرا گئی۔ بس ڈرائیور نے بس کو قابو میں کرنے کی کوشش کی، لیکن بس اس کے قابو سے باہر ہو گئی۔ اور معصوم چاند کو کچلتی ہوئی نکل گئی۔ چاند کی دردناک چیخ سُن کر ادھر اُدھر سے بہت سے لوگ دوڑے آئے اور حیرت اور افسوس سے خون میں لت پت لاش کو دیکھنے لگے۔

"چہ، چہ، چہ! ابھی بے چاری نے زندگی میں دیکھا ہی کیا تھا!" ایک شخص نے تبصرہ کیا۔ "ہاں ابھی تو اس معصوم کے کھیلنے کے دن تھے!" ایک اور آواز آئی۔ "ارے، بس کے ڈرائیور کو پکڑنا چاہیے، وہ کم بخت اگر بس تیز نہ چلاتا تو یہ حادثہ کیوں ہوتا!" لوگوں نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں، لیکن ڈرائیور بس سمیت فرار ہو چکا تھا۔

سوچتا ہوں، کیا، لوگوں میں احساس کا مادہ ختم ہو چکا ہے؟ کیا ان کے سینوں میں دھڑکنے والے دل پتّھر کے ہیں؟ کیا وہ حادثات پر تبصرہ کرنے اور تماشا دیکھنے کے بجائے زخمی یا لاش کو ہسپتال نہیں پہنچا سکتے؟

وہ یہ سب کچھ کر سکتے ہیں، لیکن ان میں احساس اور رحم نہیں ہے۔ اگر انھیں احساس ہوتا تو وہ ایک چھوٹی بچّی کو سڑک پار کرا دیتے۔ اگر انھیں احساس ہوتا تو وہ ڈرائیور کو قانون کے حوالے کر دیتے۔ اگر انھیں احساس ہوتا تو وہ لاش پر اپنی رائے کا اظہار اور تبصرہ کرنے کے بجائے اُسے اس کے گھر یا ہسپتال پہنچاتے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر بس ڈرائیور کو احساس ہوتا تو وہ تیز رفتار ڈرائیونگ نہ کرتا۔

کھلونے

مرسلہ: طارق عمران تنولی، حبیب آباد

ابّو جی بازار سے آئے
اپنے ساتھ کھلونے لائے
یہ ہے موٹا کالا بھالو
کھائے آلو اور کچالو
یہ بلّی ہے شیر کی خالہ
چوہا اس کا ایک نوالہ
یہ دیکھو چتکبرا گھوڑا
بھاگے جب دُم کھائے کوڑا
وہ ہے انگلستان کا بندر
دیکھے اس کو مست قلندر
کوٹھے جیسا ہے یہ ہاتھی
سب بچّوں کا ہے یہ ساتھی
کتنا ظالم ہے یہ چیتا
کم زوروں کا خون ہے پیتا
یہ بندر ہُشیار بہت ہے
یہ لومڑ مکّار بہت ہے
دیکھو شیر بجاتے باجا
سارے جنگل کا ہے راجا
بھالو دیکھ کے گھبراتا ہے
یہ تو سب کو کھا جاتا ہے

ماں کی عظمت

عبدالقادر میمن، حیدر آباد

ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تمام صحابیؓ ادب سے تشریف فرما تھے اور حضور اکرمؐ، صحابہؓ کو دین کی باتیں بتا رہے تھے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا، "یا رسول اللہ، مجھ پر سب سے زیادہ حق میرے ماں باپ میں سے کس کا ہے؟" حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، "تمھاری ماں کا حق ہے۔" صحابیؓ نے دوبارہ عرض کیا، "اس کے بعد کس کا حق ہے؟" آپؐ نے فرمایا، "تمھاری ماں کا حق ہے۔" اس طرح تین بار آپؐ نے ماں کے بارے میں اور چوتھی مرتبہ باپ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اُس کا حق ہے۔

اس حدیثِ قدسی سے یہ بات واضح ہے کہ ماں کی عظمت کتنی بلند ہے اور ہمیں ماں اور باپ دونوں کی فرماں برداری اور ان کا ادب کرنا چاہیے۔ ماں کے پیروں کے نیچے جنّت ہے، جو اُن کی خدمت کرنے کے بعد ہمیں مل سکتی ہے۔ ماں ہی وہ ہستی ہے جو اولاد کے ہر دُکھ درد میں سُکھ کی چھاؤں بن جاتی ہے۔ قدم قدم پر رہنما ماں کی ذات ہوتی ہے۔ ایک مفکّر کے قول کے مطابق "انسان کی پہلی درس گاہ ماں کی گود ہے۔"

ٹنڈو جام

افضال احمد آرائیں، ٹنڈو جام

ٹنڈو جام صوبہ سندھ کے اہم ترین شہروں میں سے

ہے۔ اسے زراعت کی وجہ سے کافی شہرت حاصل ہے۔ یہ حیدر آباد سے ۱۲ کلومیٹر کے فاصلے پر مشرق میں واقع ہے۔ یہ پُر فضا مقام اپنے دامن میں روحانی آسائش اور تفریح کا سامان سمیٹے ہوئے ہے۔ یہاں "جیئی شاہ" اور چند ایک بزرگوں کے مزار ہیں۔

ٹنڈو جام تعلیم کا گہوارہ ہے۔ یہاں ایک زرعی یونی ورسٹی بھی ہے۔ اس کے علاوہ چار ہائی اسکول، نو پرائمری اسکول ہیں۔

زرعی یونی ورسٹی میں پاکستان کے علاوہ غیر ممالک کے طلبہ بھی زرعی علم کے حصول کے لیے آتے ہیں۔ یہاں پر ایک ہارٹی کلچرل باغ ہے اور ایگریکلچرل کالونی بھی ہے جو ہرے بھرے درختوں میں گھری ہوئی ہے۔ اس کالونی کی آبادی تقریباً چار ہزار ہے۔ یہاں ایک ٹاؤن ہال، کلب اور ایک لائبریری ہے۔ یہ شہر شہری اور دیہاتی زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ یہاں بڑی بڑی سرکاری عمارتیں بھی ہیں۔ دو سرکاری ہسپتال، دو کپڑے کے کارخانے، ایک برف کا کارخانہ اور ۱۸ مساجد ہیں۔

یہاں مختلف قسم کے ٹریننگ اسکول ہیں جن میں عورتوں کو سلائی کڑھائی سکھائی جاتی ہے اور مردوں کو ٹریکٹر اور دوسرے آلات کے استعمال اور ان کی مرمت کا کام سکھایا جاتا ہے۔ یہاں کے لوگ بڑے ملنسار، محبِ وطن اور محنتی ہیں۔ ٹنڈو جام میں اکثر مختلف قسم کے ٹورنامنٹ منعقد ہوتے ہیں۔ کرکٹ کے شائقین کی بھی کثیر تعداد ہے۔ شہری امن پسند ہیں اور چین و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

عزمِ نو

مرسلہ: رضوان الرحمن، کراچی

کردار کے نقوش بناتے ہوئے چلو
تم زندگی کی راہ دکھاتے ہوئے چلو
تاریکیاں جہاں سے مٹاتے ہوئے چلو
پھر سے نئے چراغ جلاتے ہوئے چلو
وہ عزم ہو کہ کوئی مقابل نہ آسکے
باطل کا نقش دل سے مٹاتے ہوئے چلو
خاطر میں حادثاتِ زمانہ کو لاؤ مت
تم حوصلوں کو اپنے بڑھاتے ہوئے چلو
اچھا نمونہ پیش کرو اپنے خُلق کا
چھوٹے بڑوں کے دل میں سماتے ہوئے چلو

خوش اخلاقی

ایم مسعود اعوان، لاڑکانہ

شخصیت کے نکھار کے لیے خوش اخلاقی نہایت ضروری ہے۔ آپ کی شخصیت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک آپ ہر چھوٹے بڑے سے خوش اخلاقی سے نہ ملیں، کیوں کہ حُسنِ اخلاق اور شگفتہ مزاجی انسان کے کردار میں چار چاند لگا دیتی ہے۔ جس طرح بغیر خوش بُو اور رنگ کے پھول، پھول نہیں رہتا اور اس میں وہ کشش نہیں رہتی جو تتلیوں، پرندوں اور

انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کرے۔ اسی طرح انسان بھی خوش اخلاقی کے بغیر اُسی پھول کی مانند ہے جس میں رنگ و بُو نہ ہو۔ یہ جوہر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو عطا کیا ہے۔ ضرورت اس کو اُجاگر کرنے کی ہے۔ اگر انسان دوسروں کے جذبات کا احترام کرے اور اس کے دِل میں دوسروں کے لیے درد ہو، ہمدردی ہو تو یہ بیش قیمت جوہر خود بہ خود چمک اٹھتا ہے۔

دَلدل

سید معظم حسَن، کراچی

مغرب کی نماز کا وقت ہونے والا تھا، ساجد نماز پڑھنے مسجد کی طرف جا رہا تھا تو اس کی نظر سڑک پر کھیلتے ہوئے لڑکوں پر پڑی۔ اسے اس بات کا بڑا افسوس ہوا کہ یہ لڑکے نماز پڑھنے کے بجائے کھیل کُود میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ساجد نے ان لڑکوں سے کہا کہ وہ اس وقت کھیل کُود کے بجائے نماز پڑھیں، مگر لڑکوں نے ساجد کی بات ماننے کے بجائے اس کا مذاق اُڑانا شروع کر دیا۔

ساجد کو لڑکوں کے اس طرزِ عمل سے دُکھ تو بہت ہوا، مگر وہ لڑکوں کو سمجھانے کے سوا اور کر ہی کیا سکتا تھا۔ وہ خاموشی سے مسجد کی طرف چل دیا۔

اسی رات جب ساجد سو گیا تو اس نے خواب دیکھا کہ وہ لڑکے جو نماز پڑھنے کے بجائے کھیل کود میں مصروف تھے ایک بہت گہری دَلدَل میں آہستہ آہستہ دھنستے جا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ساجد بہت حیران ہوا اور اس نے اپنے دِل میں کہا کہ اِن لڑکوں نے کیا قصور کیا ہے جو یہ اس دَلدَل میں دھنس رہے ہیں۔ ابھی اس نے یہ سوچا ہی تھا کہ اچانک ایک بزرگ نمودار ہوئے اور انھوں نے کہا، "یہ وہ لڑکے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے ہیں اور فضول کاموں میں اپنا وقت برباد کرتے ہیں، چناں چہ بجائے اس کے کہ ان کی نیکیاں بڑھیں وہ کم ہو رہی ہیں اور یہ دَلدَل جو تم دیکھ رہے ہو یہ دَلدَل ان لڑکوں کے گناہ ہیں جو روز بہ روز بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر یہ لڑکے نماز پڑھیں تو ان کے گناہ کم ہوں گے اور نیکیاں زیادہ ہوں گی۔" اتنا کہہ کر وہ بزرگ اچانک غائب ہو گئے اور ساجد کی آنکھ کُھل گئی۔

دوسرے دن ساجد اُن لڑکوں کے پاس گیا اور انھیں اپنا خواب سُنایا، وہ لڑکے بہت شرمندہ ہوئے اور انھوں نے عہد کیا کہ آئندہ وہ پابندی سے پانچ وقت کی نماز پڑھا کریں گے۔

بادشاہی مسجد

معتبر سالک مرزا، سکھر

لاہور بہت قدیم شہر ہے۔ اس شہر میں بہت سی پرانی عمارتیں موجود ہیں جو کہ قابلِ دید ہیں۔ ان میں سے ایک عمارت شاہی مسجد ہے۔ اس مسجد کو تقریباً تین سو برس پہلے اورنگ زیب عالمگیر نے بنوایا تھا اور اس

کی عمارت پر لاکھوں رُپے خرچ کیے تھے۔

یہ مسجد لاہور کے پرانے قلعے کے پہلو میں بنی ہوئی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ راوی کا دریا قلعے اور مسجد کے نزدیک بہتا تھا اور اسی وجہ سے مسجد کو اونچی سطح پر بنایا گیا تھا تاکہ دریا کے پانی سے مسجد محفوظ رہ سکے۔

قلعے کے بڑے دروازے سے نکل کر آئیں تو سامنے مسجد کا بڑا دروازہ نظر آتا ہے۔ مسجد کے اس دروازے تک پہنچنے کے لیے چند سیڑھیاں عبور کرنی پڑتی ہیں۔ یہ دروازہ ایک چھوٹی سی خوب صورت عمارت ہے۔ یہ مسجد کی ڈیوڑھی ہے۔ اس ڈیوڑھی سے گزر کر اندر جائیں تو مسجد کا صحن نظر آجاتا ہے۔ یہ صحن بڑا وسیع اور کشادہ ہے۔ اس صحن کے عین وسط میں پانی کا ایک حوض ہے جہاں فرزندانِ توحید وضو کرتے ہیں۔

اس مسجد کے تین بڑے گنبد ہیں۔ یہ گنبد سنگِ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ ان گنبدوں پر کلس ہیں۔ ان کلسوں پر سونے کا پتر چڑھا ہوا ہے۔ یہ کلس دن کو سورج کی روشنی میں اور رات کو چاندنی میں چمکتے اور جگ مگ جگ مگ کرتے ہیں تو عجب سماں ہوتا ہے۔

مسجد کی باقی عمارت سُرخ پتھر کی ہے۔ مسجد کے اندر کا فرش سنگِ مرمر کا ہے۔ سنگِ مرمر کے بڑے بڑے ٹکڑوں کے گرد سیاہ پتھر کا حاشیہ ہے جو فرش کو اور بھی خوب صورت بنا دیتا ہے۔

مسجد کی عمارت اور ڈیوڑھی کے دائیں بائیں برآمدے بنے ہوئے ہیں۔ ان برآمدوں کے پیچھے کمرے ہیں۔

پرانے زمانے میں مسجد میں مدرسہ بھی ہوتا تھا۔ اس مدرسے میں قابل اُستاد پڑھاتے تھے۔ اس مدرسے میں پڑھنے کا شرف حاصل کرنے کے لیے دُور دُور سے لوگ آتے تھے۔ یہ کمرے بھی انھی طالبِ علموں کے لیے بنائے گئے تھے۔

قلعے اور مسجد کے درمیان ایک چھوٹا سا باغیچہ ہے اور اس باغیچے میں سنگِ مرمر کی بارہ دری ہے۔ جسے مہاراجا رنجیت سنگھ نے بنوایا تھا۔ باغیچے کے کونے میں مسجد کی دیوار کے پاس علامہ محمد اقبال کا مزار ہے جو سُرخ پتھر کا بنا ہوا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا اس مسجد کی مرمت کی گئی تھی اور اب بھی اس کی شان دوبالا کرنے کے لیے اس کی تعمیر جاری ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ مسجد آج ہی بن کر تیار ہوئی ہے۔

پاکستان

مرسلہ: نعیم کمال حمید، دوحہ قطر

جس دیس پہ میری جاں قربان
وہ دیس ہے میرا پاکستان

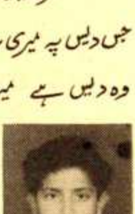

اس کے اندر گورے کالے
آزادی کے سب متوالے

سندھی، بلوچی مکرانی ہے
سب کا جذبہ ایمانی ہے
دُور وطن سے ہوں تو کیا ہے
اس کے حق میں میری دُعا ہے
دُور رہے یہ ہر آفت سے
ہر آفت سے ہر نفرت سے

خواجہ ناظم الدین

محمد عامر قریشی

خواجہ ناظم الدین مسلم لیگ کے اُن رہنماؤں میں سے تھے جن پر قائدِ اعظم کو بے حد اعتماد تھا۔ بہت سے لوگ مسلم لیگ کی وجہ سے مشہور ہوئے، لیکن خواجہ صاحب ایسے رہنما تھے جن کی وجہ سے مشرقی پاکستان میں مسلم لیگ مشہور ہوئی۔ انھوں نے اپنی سیاسی حیثیت کو کبھی ذاتی یا خاندانی فائدے کا ذریعہ نہیں بنایا۔

خواجہ ناظم الدین ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اعلا تعلیم حاصل کرنے انگلستان گئے اور کیمبرج یونی ورسٹی میں داخلہ لیا، ساتھ ہی انھوں نے انگلینڈ سے قانون کی بھی سند حاصل کی۔ انگلستان سے واپسی پر خواجہ صاحب نے اپنی خاندانی روایت کے مطابق سیاست میں حصّہ لینا شروع کیا۔

خواجہ صاحب پرانے مسلم لیگی تھے اور قائدِ اعظم ان کے قومی جذبے اور انتظامی صلاحیت کی وجہ سے اُن کے مشوروں کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں جب قائدِ اعظم نے بڑے بڑے مسلم رہنماؤں سے انگریزوں کے دیے ہوئے خطابات واپس کرنے کی اپیل کی تو اس پر لبیک کہنے والے پہلے شخص خواجہ ناظم الدین تھے۔

پاکستان قائم ہوا تو قائدِ اعظم نے خواجہ صاحب ہی کو مشرقی پاکستان کا پہلا وزیرِ اعلا مقرر کیا اور جب قائدِ اعظم انتقال کر گئے تو مسلم لیگ نے متفقہ طور پر خواجہ صاحب ہی کو قائدِ اعظم کی جگہ پاکستان کا گورنر جنرل مقرر کیا۔ اسی طرح جب قائدِ ملّت شہید ہوئے تو اس وقت وزیرِ اعظم کے اہم ترین عہدے پر خواجہ ناظم کا انتخاب عمل میں آیا۔ خواجہ صاحب نے کوشش کی کہ قائدِ اعظم کی وفات کے بعد وہ مسلم لیگ کے رہنماؤں کو بابائے قوم کے نقشِ قدم پر چلائیں، لیکن وہ اپنی کوششوں میں ناکام ہو گئے۔ اپنے ساتھیوں کی اس روش سے مایوس ہو کر خواجہ صاحب سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔

عمر کے آخری حصّے میں خواجہ صاحب گوشہ نشین ہو گئے اور سیاست سے علاحدہ ہو کر صرف سماجی بھلائی کے کاموں میں دل چسپی لینے لگے، لیکن ملکی سیاست میں ایک موڑ ایسا آیا کہ ملک و قوم کی محبت اس عمر رسیدہ رہنما کو ایک بار پھر عملی سیاست میں کھینچ لائی۔ یہ وہ موقع تھا جب ایوب خان کی آمرانہ حکومت عوام کے لیے ناقابلِ برداشت بن گئی اور عوام نے خود غرض سیاست دانوں سے نجات پا کر بھلائی کی جو توقعات ایوب خان سے باندھی تھیں وہ ایک ایک کر کے ختم ہوتی چلی گئیں۔ ایسے میں چند مخلص رہنماؤں نے ایوب خان کے دورِ آمریت میں ملک میں جمہوریت کو دوبارہ

زندہ کرنے اور عوام کو ان کے حقوق دلانے کا بیڑا اٹھایا تو ستر سالہ خواجہ ناظم الدین نے اپنے بڑھاپے اور کم زوری کے باوجود جمہوری تحریک کی سربراہی قبول کی۔ خواجہ ناظم الدین ایک بہترین انسان اور با عمل مسلمان تھے۔ قدرت نے انھیں دین داری، ہمدردی، انسان دوستی، تواضع انکساری اور دیانت داری کی بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ جو شخص ایک مرتبہ خواجہ صاحب سے مل لیتا تھا وہ ہمیشہ کے لیے ان کا مدّاح ہو جاتا۔ ۱۹۶۴ء میں خواجہ صاحب نے اس جہانِ فانی سے انتقال فرمایا۔

اخلاق

شازیہ، کراچی

اس دور میں جو چیز سب سے زیادہ نا پید ہو رہی ہے وہ اخلاق ہے۔ نہ صرف

بچے بلکہ بڑی عمروں کے لوگ جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں اُن میں سے بھی اکثر لوگوں میں اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بچّے بھی اگر بد اخلاقی کا مظاہرہ کریں تو اُن کو بچے سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ یہی بچّے کل بڑے ہو جائیں گے اور جو عادت انسان میں بچپن سے ہو وہ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ اور پختہ ہو جاتی ہے۔ ایک مفکّر کا قول ہے کہ والدین اپنی اولاد کو جو سب سے پہلی تعلیم دیں وہ اخلاق کی ہونی چاہیے، کیوں کہ بچّوں میں اگر اخلاق ہو تو دوسری خوبیاں خود بہ خود پیدا ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ اخلاق تمام اعلا خوبیوں کا نام ہے۔

ہمارے آخری نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار اور شخصیت میں جو چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ آپؐ کا بہترین اخلاق ہے۔ آپ کے اخلاق کا اندازہ اس بات سے بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اکثر لوگ صرف آپؐ کی گفت گو سے اتنے متاثر ہوتے کہ فوراً ایمان لے آتے۔

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے، لیکن یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہم پاکستانیوں ہی میں اخلاق کی کمی ہے۔ ہم میں سے اکثر لوگ دوسروں کے ساتھ بد اخلاقی کا مظاہرہ کرکے اور لوگوں کی دل آزاری کر کے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو ہمارے ملک پاکستان کے زیادہ تر لوگ اخلاق کے نام سے ہی واقف نہیں ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہو جاتا ہے کہ دوسرے ملکوں سے جو لوگ پاکستان آتے ہیں ان کو ہمارے ملک کے عوام سے بد اخلاقی کی شکایت ہوتی ہے۔ پاکستان ہمارا اپنا ملک ہے۔ کیا ہم یہ گوارہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے ملک کے لوگوں کو دوسرے ملکوں کے لوگ بد اخلاق سمجھیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اخلاق جیسی خوبی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ جب تک ہم اس خوبی کو اپنے اندر پیدا نہیں کر لیتے ہمارا ملک دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں شامل نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اخلاق اللہ کی سب سے

بڑی نعمت ہے۔

مُلّا جی کی سائکل

سید شبیر عامر، کراچی

ہمارے محلّے میں ایک مُلّا جی رہتے تھے ان کا نام تو میاں بشیر تھا، لیکن محلّے کے سب لوگ انھیں مُلّا جی کہہ کر پکارتے تھے۔ مُلّا جی محلّے کے سب چھوٹے چھوٹے بچّوں کو پیار کرتے تھے اور انھیں کہانیاں سناتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ محلّے میں اگر کوئی بچہ مل جاتا تو اسے ٹافیاں خرید کر دیتے تھے۔ ان کا درمیانہ سا قد تھا۔ درمیانے جسم کے تھے۔ ہر وقت سادہ اور صاف ستھرے لباس میں رہتے تھے۔ وہ باقاعدگی سے نماز پڑھتے تھے۔ کسی کے ساتھ کبھی کوئی جھگڑا نہیں کرتے تھے اور محلّے میں جب کسی کے بیمار ہونے کی اطلاع سنتے تو اس کی عیادت کے لیے جاتے اور اگر اسے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو مہیا کر دیتے۔

مُلّا جی کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی اور ان کی بیوی مُلّانی جی کو فوت ہوئے ایک عرصہ ہو گیا تھا۔ اب وہ اپنے گھر میں رہتے تھے اور کھانا وغیرہ خود ہی پکاتے۔ مُلّا جی گاؤں سے چند میل دُور ایک فیکٹری میں کام کرتے تھے اور وہاں سے جو تنخواہ ملتی اس سے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ وہ بڑے مزے سے اپنا وقت گزار رہے تھے۔ ان کے پاس ایک سائکل تھی جسے دیکھ کر ہی ڈر لگتا تھا اور دیکھنے والا سائکل کو دیکھ کر ہی حیران رہ جاتا کہ اس پر مُلّا جی کیسے سوار ہوتے ہیں۔ بہت اونچی گدّی تھی جس کے نیچے اسپرنگ نہیں تھے۔ اسپرنگوں کی جگہ ایک میلا سا کپڑا تہ کیا ہوا رکھا ہوتا تھا۔ پیڈل پر جگہ جگہ ویلڈنگ کے نشان تھے۔ نہ اسٹینڈ تھا اور نہ بریک تھے۔ چین اس قدر کم زور ہو چکی تھی کہ چند قدم چلنے کے بعد اُتر جاتی۔ ملاجی اسے بڑی پھُرتی اور تیزی سے چلاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے نئی سائکل چلا رہے ہیں۔

ایک دن ہم سب ساتھیوں نے مل کر یہ پروگرام بنایا کہ آج جو ہو سو ہو ہم ملاجی کی سائکل ضرور چلائیں گے۔ ہم پانچ لڑکوں نے مل کر یہ پروگرام بنایا کہ شام چھے بجے ہم ملاجی کے گھر جائیں گے اور ملاجی کو باتوں میں لگا کر سائکل لے اُڑیں گے اور پھر باہر گراؤنڈ میں لا کر مزے سے چلائیں گے۔ مُلّا جی اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے۔ ہم نے موقع غنیمت جانا اور دروازے میں باہر سے کنڈی لگا کر فرار ہو گئے۔ ہم سائکل لے کر گراؤنڈ میں آئے اور اس پر سواری کرنے کی سوچنے لگے۔ جمیل نے اکڑ کر کہا میں چلاتا ہوں، لیکن وہ سائکل پر چڑھ نہ سکا۔ عمران کا بھی یہی حال ہوا، پھر اکبر کی باری تھی۔ وہ بھی چوٹیں کھا کر ہٹ گئے۔ اب میری باری تھی۔ میں بڑے فخر سے سائکل پر چڑھ گیا اور چلانے لگا۔ میرے ساتھی حیران تھے۔ اچانک ہینڈل کا رُخ ساتھیوں کی طرف مُڑ گیا۔ میں نے بریک لگایا، لیکن بریک فیل۔ آخر میں نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ سب سے زیادہ چوٹیں آئیں۔ جب زمین پر سے اُٹھا تو سامنے مُلّا جی کھڑے مجھے گھور رہے تھے اور میں شرم کے مارے گردن نیچی کیے کھڑا تھا۔

سائنس کا پُرامن استعمال

فرحت یونس، کراچی

علم ایک طاقت ہے۔ جس علم کی بنیاد اُن معلومات پر ہو جو مشاہدے اور تجربے کے ذریعے سے حاصل ہوں، اُسے انگریزی زبان میں سائنس کہتے ہیں۔ گویا سائنس پختہ، منظم، اور قابلِ اعتماد علم ہے، اس لیے یہ ایک زبردست طاقت ہے۔ طاقت مفید بھی ہو سکتی ہے اور مُضر بھی۔ اگر علم نیک کام پر صَرف کیا جائے تو یہ ایک نعمت ہے اور اگر اس کے ذریعے سے کسی بُرائی کو فروغ دیا جائے تو یہ لعنت ہے۔ یہی حال سائنس کا ہے۔ سائنس کی ایک مفید اور کارآمد ایجاد چھاپہ خانہ (پرنٹنگ پریس) ہے جس کی بہ دولت ابلاغ کے ذرائع اور وسائل کو ترقی ہوئی۔ جہاز، تار برقی، ٹیلے فون، ٹیلے وژن، موٹر اور ہوائی جہاز نے وقت اور فاصلے کے تصوّر ہی کو بدل ڈالا۔ دِنوں کا سفر ہوائی جہاز کے ذریعے سے منٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ ریڈیو کے ذریعے سے خبریں آن کی آن ساری دنیا میں پہنچ جاتی ہیں۔ ٹیلے وژن کے ذریعے سے گھر بیٹھے ہر جگہ کے نظارے دیکھ سکتے ہیں۔ موجودہ صدی کی سب سے بڑی دریافت ایٹم کی طاقت ہے۔ یہ ایک زبردست طاقت ہے۔ اس لیے زیادہ نقصان رساں بھی ہے اور کارآمد بھی۔ سائنس کی ایک اور مفید دریافت بجلی کی طاقت ہے۔ بجلی کی طاقت سے انسان اپنے فائدے کے بہت سے کام لے رہا ہے۔

سائنس کو انسان کی فلاح و بہبود کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور انسان کی تباہی و بربادی کا کام بھی اس سے لیا جا سکتا ہے۔ غرض سائنسی ایجادات کا مفید یا مُضر ہونا ان کے استعمال پر موقوف ہے۔ ہوش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ انھیں انسانیت کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا جائے اور اس بات کی کوشش کی جائے کہ کوئی بھی قوم انھیں انسانیت کی تباہی اور بربادی کے لیے استعمال نہ کرنے پائے۔

چچا اچھّن

مرسلہ: سید انتصار حسین، کراچی

میں اپنے زبردستی کے چچا اچھن سے سخت نالاں تھا۔ موصوف میرے دُور پَرے کے رشتے دار تھے۔ نام تو ان کا اچھے میاں تھا اصلی نام نہ جانے کیا تھا، مگر ہم لوگ انھیں اچھن چچا کہتے تھے۔ دُبلا پتلا تنکے

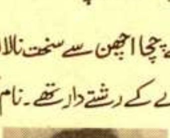

جیسا جسم، بانس کی طرح قد، منھ میں نقلی بتّیسی، سَر میں بال ندارد، چھوٹی سی شیخ چلّی کٹ داڑھی، موٹے فریم کا چشمہ، منھ میں پاؤ بھر پان کا بیڑا، لمبا کُرتا، لکھنوی پاجامہ زیبِ تن، جس پر کالے رنگ کی واسکٹ، قراقلی ٹوپی، پاؤں میں سلیم شاہی چپل، گلے سے لٹکی عمر عیار جیسی زنبیل۔ یہ ہے حلیہ ہمارے چچا اچھن کا۔

موصوف کی آمد کے ساتھ ہی ہمارے بھائی صاحب

کی مُری روانگی ہو گئی اور یوں وہ تو ان کی خدمت سے بچ نکلے۔ اب سارے نادر شاہی احکامات میرے سَر تھے۔ اس جانِ ناتواں کے کم زور شانوں پر اُن کی خدمتِ عظیم کی بھاری ذمّہ داریاں عائد تھیں۔

خیر! آج میں اُن سے بچ کر ابنِ صفی مرحوم کا عمران سیریز پڑھ رہا تھا کہ میری سماعت سے اچھن چچا کی آواز کسی ہتھوڑے کی مانند ٹکرائی۔ موصوف چیخ چیخ کر مجھے آواز دے رہے تھے۔

اماں انتصار، ابے انتصار، او انتصار کے بچّے، حضرتِ انتصار، بھتیجے انتصار۔

لگاتار غیر ضروری جملوں کے بعد یہ پیار بھرا حقیقی جملہ سُن کر میں اُٹھ ہی گیا اور ناول کو صوفے کے نیچے چُھپا کر دربارِ چچا اچھن میں حاضر ہوا۔

میری قابلِ رحم صورت دیکھنے کے باوجود چچا گرج پڑے۔ ابے ناہنجار، ایک آواز دی، چل دوسری آواز دی، ابے میں کہوں تیسری صدا دی، ابے ایک نہیں دو نہیں تین نہیں چار نہیں گن کر پوری پانچ آوازیں دیں۔ سنیں کیوں نہیں۔

میں نے عمران سیریز والے سلیمان کی سی معصوم صورت بنا کر جواب دیا، "چچا حضور، پہلے آپ نے کسی اماں انتصار کو بُلایا، پھر کسی ابے انتصار صاحب کو بُلایا، جو یہاں نہیں رہتے۔ اس کے بعد آپ نے ہمارے صاحب زادے جن کا ابھی کوئی وجود نہیں کو آواز دی۔ پھر آپ نے حضرت انتصار کو بُلایا جو کہ میں نہ تھا۔ آخر آپ نے اپنے پیارے بھتیجے کو بُلایا لو میں حاضر ہوں۔" میری اس لمبی چوڑی بات سے چچا گھبرا گئے اور بولے:

"اچھا چل چل! معاف کیا۔"

یہ کہہ کر گویا انھوں نے ہم پر احسانِ عظیم کیا۔ میں واپس جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ وہ چلّائے، "ابے جا کہاں رہا ہے۔ جانے کو تو نہیں کہا ہے۔"

میں نے جواب دیا، "چچا جان، فرمائیے کیا کام ہے؟"

کہنے لگے، آج کا اخبار کہاں ہے؟

میں نے کہا، "اچھا! اخبار، اخبار تو میں بھی کل سے تلاش کر رہا ہوں، مگر ملتا ہی نہیں ہے۔"

"آج کا اخبار کل سے تلاش کر رہا ہے۔ دماغ تو نہیں پھر گیا۔"

"جی چچا! کل کا اخبار کل ہی سے تلاش کر رہا ہوں، اس لیے کہ والدِ محترم نے کل سے اخبار بند کرا دیا ہے لہٰذا کل سے ڈھونڈ رہا ہوں۔"

"اچھا چل کاپی کتاب لا اور مجھ سے پڑھ۔ بہت شرارتیں کرنے لگا ہے۔"

میری جان پر بن آئی، کیوں کہ ناول ابھی ادھورا رہ گیا تھا۔ میں نے جان چھڑانے کو کہا کہ چچا مجھے سب آتا ہے بس ذرا تاریخ کم زور ہے۔ میں سمجھا کہ تاریخ کا سُن کر نہیں پڑھائیں گے، مگر کہنے لگے، لاؤ ہم وہ کم زوری بھی دُور کر دیں۔

"چچا ایک سوال ہے۔"

پوچھو، پوچھو، سوال تو ہم سے کوئی بچ کر ہی نہیں گیا۔

"چچا! ایک سیاح تھا۔ اس نے قطب شمالی کے گرد تین چکر لگائے۔ اس میں سے ایک چکر میں وہ مر گیا۔ بتائیے وہ کون سا چکر تھا جس میں وہ مرا؟"

چچا اپنے گنجے سر کو سہلاتے ہوئے بولے، "بیٹا، میں ذرا حساب میں کم زور ہوں۔"

"اچھا چچا یہ بھی بتا دیجیے کہ ایک......"

"ابے، ابے تو یہ کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہا ہے۔ چل جا کر ہمارے لیے پان لے آ۔"

"چچا، وہ ..... پڑھنا ہے۔"

ابے زبان چلاتا ہے چل بھاگ کر جا.... پان لانے کے بعد تجھے میرا جسم دبانا ہے۔ سخت درد ہو رہا ہے۔"

اوہ! میری جان نکل گئی، کیوں کہ چچا کا ایک پاؤں دبانے میں ہی آدھا دن صرف ہو جاتا تھا چہ جائیکہ پورا جسم.....

خیر میں نے اس آفت سے بچنے کی ایک ترکیب سوچ ہی لی۔

اُن کے سلیمانی پان کو پانِ کراماتی بنانے کا تہیہ کیا اور گلی کے نکڑ والے پان والے سے ایک پان جس میں چُن کر مٹر کے دانے برابر کنکر ڈالے۔ ایک موٹی سہ چونے کی جمائی اور اس پر ۱۲ مسالے اور ۱۲ اقسام کے تمباکو ڈال کر اوپر سے چاندی کے ورق لگا کر طشتری میں رکھ کر چچا کے حضور پیش کیا۔ اور اُلٹے پاؤں بھاگے۔

اچانک چچا کی چیخیں سُن کر میں کمرے میں داخل ہوا۔ شکر ہے کہ امّی اس وقت گھر پہ نہ تھیں ورنہ مصیبت ہی آ جاتی۔ دیکھا تو چچا بستر پر اُلٹے پڑے ہیں۔ ان کی بتیسی مٹر کے دانے برابر پتھروں نے توڑ دی تھی اور طرح طرح کے تمباکو اور مسالے نے ان کا دماغ گھُما دیا تھا اور وہ بے بس پڑے مجھے بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر میں وہاں سے کھسک گیا اور آرام سے ڈرائنگ روم میں نیم دراز ہو کر ناول پڑھنے لگا۔ ابھی ناول ختم بھی نہ ہوا تھا کہ چچا کی دھاڑ سُن کر زمین پاؤں سے نکل گئی۔ نہیں چپّل نکل گئی۔

میں سمجھ گیا کہ اب تمباکو کا اثر ختم ہو چکا ہے اور چچا اپنے حواس میں آ گئے ہیں اور اب میری خیر نہیں۔ پھر کیا ہوا؟ مت پوچھیے۔

کراچی کی بس کا سفر

تزئین فاطمہ، کراچی

کیا آپ نے کبھی بسوں میں سفر کیا ہے؟ آپ یقیناً ہاں میں جواب دیں گے اور بھلا کراچی میں رہ کر اس وبالِ جان سے کون بچ سکتا ہے۔ اگر آپ کراچی کی بسوں سے سلامت نکل آتے تو فوراً شکر کیجیے۔ ایک مرتبہ مجھے بھی ڈبّے میں سفر کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہوا یوں کہ باجی کی شادی قریب تھی اور میں مصروفیت کی بنا پر کارڈ دینے اپنی دوست کے گھر نہیں جا سکی تھی۔

اس دن دوپہر کو جب فرصت ملی تو میں گھر سے روانہ ہوئی۔ گرمی بے پناہ تھی۔ چیل انڈا چھوڑ رہی تھی اور میں بس کے انتظار میں بس اسٹاپ پر کھڑی تیز دھوپ میں جھلس رہی تھی۔

کافی دیر بعد ایک رعشہ زدہ بس ڈولتی ہوئی نظر آئی۔ جیسے ہی بس اسٹاپ پر پہنچی، میں بس کی طرف دوڑی۔ اسی وقت کسی نے بس کے مردانے حصّے سے پان کی پچکاری ماری جو میرے کپڑوں کو مزید رنگین بنا گئی۔ دل ہی دل میں بُرا بھلا کہتی ہوئی میں کسی نہ کسی طرح اس ڈبے میں سوار ہو گئی۔ بس میں مسافر بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھنسے ہوئے تھے۔ گرمی سے بُرا حال ہو رہا تھا اور بدماغ عورتوں کی چڑچڑ اور پریشان کر رہی تھی۔ اگلے اسٹاپ سے ایک خاتون سوار ہوئیں اور اپنے گول مٹول ننھے سمیت میرے پیچھے کھڑی ہو گئیں اور ان کے یہ گول مٹول صاحب زادے مستقل میرے لاکٹ کو اپنا نشانہ بناتے رہے۔ ایک خاتون اپنا اسٹاپ چھوٹ جانے کے ڈر سے جلدی سے اُتریں تو ساتھ میرا دوپٹا بھی لے گئیں۔ میں نے صدائے احتجاج بلند کی تو انھوں نے گولا بنا کر میرا دوپٹا میری طرف پھینکا اور معذرت کے طور پر مسکرائیں۔ ایک اور صاحبہ اپنی پنسل ہیل سمیت میرے پیر پر چڑھ گئیں جس سے میرے انگوٹھے کا لمبا سا ناخن جسے میں مدت سے پروان چڑھا رہی تھی ٹوٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹک کی آواز آئی۔ مُڑ کر دیکھا تو صاحب زادے میرے لاکٹ کو شہید کر چکے تھے۔ خدا خدا کر کے میرا اسٹاپ آیا تو میں نے اس خوف سے کہ کہیں بس چل نہ پڑے جو چھلانگ لگائی تو سیدھی ایک گنڈیری والے کے ٹھیلے پر گری۔

بس سے اُترنے کے بعد میرا حلیہ بہت خراب تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ کپڑے پسینے سے تر بتر تھے۔ ناخن ٹوٹا ہوا تھا۔ اس حالت میں، میں اپنی دوست کے گھر پہنچی تو وہ بولی، "کیا کسی سے لڑ کر آئی ہو؟" میں نے اپنی تمام داستانِ سفر اسے سنائی۔ اس سفر میں شادی کارڈ کی حالت اس قدر خراب ہو چکی تھی کہ پیش کرتے ہوئے شرم آ رہی تھی۔ لہٰذا زبانی بلاوا دینا پڑا۔ واپسی میں میری دوست نے اپنی کار پر مجھے گھر چھوڑا۔

صبر بدلے سے بہتر ہے

خالد فہیم سبزواری، مکہ مکرمہ

ایک دفعہ جہاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کسی کافر سے مقابلہ ہوا۔ حضرت علیؓ طاقت ور تھے۔ کافر بھی کچھ کم نہ تھا، لیکن وہ حضرت علیؓ کا مقابلہ کب کر سکتا تھا۔ آخر حضرت علیؓ نے اُسے نیچے گرا دیا اور اس کے سینے پر سوار ہو گئے۔ اور اس کی گردن اُڑانے ہی والے تھے کہ کافر نے آپؓ کے منھ پر تھوک دیا۔ اس کا تھوکنا تھا کہ آپؓ اس کے سینے سے اُتر گئے، اُسے چھوڑ دیا اور فرمایا: "اب تک تو میں اسلام کے لیے لڑ رہا تھا، لیکن اب چوں کہ تم نے یہ حرکت کی ہے، اس لیے اگر میں تمھیں قتل کرتا ہوں تو اس میں میرا غصّہ بھی شامل ہو جائے گا اور آخرت میں مجھے اس کا بدلا بھی مل سکتا ہے۔"

بزمِ نونہال

* مارچ کا شمارہ پڑھا۔ جاگو جگاؤ حسبِ معمول تھا اور پسند آیا۔ نظم "ماں" نے کافی متاثر کیا۔ آوازِ اخلاق پڑھا۔ اس سے فکری طور پر متفق ہوں، لیکن آپ سے یہ مشورہ لینا چاہتی ہوں کہ میں بہ حیثیت لڑکی (میں کالج یا اسکول نہیں جاتی) آوازِ اخلاق کو بلند کرنے میں کیا کام کر سکتی ہوں۔
طاہرہ خانم جعفر علی، کراچی

لڑکیاں بھی آوازِ اخلاق میں ضرور حصہ لے سکتی ہیں۔ اخلاق کی باتیں پھیلانے کے لیے گھر سے نکلنا ضروری نہیں ہے۔

* نظموں میں جناب سید قمر ہاشمی کی نظم نمبر لے گئی۔ کیا میں نقل کی ہوئی کہانی لکھ سکتا ہوں یا نہیں؟
نسیم حسین شاہین، جاوید اقبال ساجد، بیپلان

نقل کرنا بُری بات ہے۔

* جاگو جگاؤ میں حکیم صاحب نے اچھی نصیحت فرمائی۔ کہانیوں میں "پانار کا آدم خور" اور "درویش کی نصیحت" اچھی تھیں۔ نظموں میں "اللہ کی قدرت" اور "ماں" بہت اچھی تھیں۔ لطیفے معیاری تھے۔ "دو مسافر دو ملک"، "عارف پہ کیا گزری" اور "خیال کے پھول" اچھے سلسلے ہیں۔
سید آصف مصطفےٰ نقوی، کراچی

* مارچ کا جگمگاتا، کرنیں بکھیرتا، دل نشین و دل کش نونہال نظر آیا۔ جس نے تمام توجہ اپنی طرف مبذول کروالی۔ اور ایک ہی نشست میں تمام نونہال کا مطالعہ کر ڈالا اتنا خوب صورت رسالہ تھا۔
ناہید اختر، لاہور

* سچائی کی قیمت، درویش کی نصیحت، سنہرا دن، پانار کا آدم خور، دو مسافر دو ملک ایک بہترین سلسلہ ہے اور تمام رسالے میں اچھی کہانی "عارف پہ کیا گزری" ہے۔
عطیہ حیدری، حیدر آباد

* مارچ کا نونہال اپنے گاؤں سے ۲۰ کلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے شہر سے خریدا۔ نونہال کی تمام کہانیاں اور مضامین دل چسپ تھے۔ اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، لیکن اس میں گاؤں کا نام نہ تھا۔
محمد انور سعید چک نمبر ۱۵/۱ ایل، ساہی وال

* حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ بہت پسند آیا۔ مسعود احمد برکاتی صاحب کی پہلی بات کافی اچھی تھی۔ دو مسافر دو ملک ہمیشہ کی طرح دل چسپ تھا۔ میری آپ سے ایک درخواست ہے حکیم صاحب کی بچپن کی شرارتیں ہر ماہ شائع کیا کریں۔
سید ندیم شوکت، کراچی

* یوں تو پورا نونہال نہایت سبق آموز، معلوماتی اور دل چسپ تھا۔ لیکن نونہال میں صرف لطیفوں کا معیار دن بہ دن گرتا جا رہا ہے۔
عروج فاطمہ، حیدر آباد

* اگر آپ باقاعدگی سے ہر ماہ ایک سلسلے وار سائنسی کہانی بھی شائع کر دیا کریں تو اس سے ہم سب کا سائنسی ذوق بہت پروان چڑھے گا۔
گل ولی خان، کراچی

* نونہال پاکستان کا واحد رسالہ ہے، جس میں بچوں کی پسند کی ہر چیز موجود ہے۔ ہر طرف نونہال کی تعریف ہو رہی ہے۔ میری نونہالوں سے گزارش ہے کہ کم از کم نونہال میں نقل شدہ کہانیاں اور لطائف نہ بھیجیں۔ آپ نے نظم "اپنا پاکستان" میں پیغمبر کی جگہ پیمبر لکھا تھا۔
پرکاش کمار کا چھیل

پیمبر بھی صحیح ہے۔

* نظم "ماں" بھی بہت اچھی لگی۔ نونہال ادیب میں "قرار دادِ پاکستان" اور "قربانی" متاثر کُن تھے۔ نونہال رسالہ سب کا رسالہ ہے۔
سیدہ عنبرین فاطمہ، حیدر آباد

* آپ کو پہلا خط لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ اگرچہ رسالے کا پرانا قاری ہوں۔ اس مرتبہ ڈرتے ڈرتے خط لکھ رہا ہوں معلوماتِ عامہ کے جواب بھی بھیج رہا ہوں۔
آفتاب احمد خان، کراچی

* تمام رسالہ خوب صورت اور نکھرا نکھرا تھا۔ ٹائیٹل بہت ہی خوب صورت تھا۔ تمام نظمیں اور لطیفے بھی مزے دار تھے۔ نونہال ادیب بھی تمام کا تمام مزے دار تھا۔
آفتاب عمر کھوکھر، پرانا صادق آباد

* ہمیشہ کی طرح اس دفعہ کا نونہال بھی بہت خوب صورت تھا۔ کہانیاں معیاری اور اچھی تھیں۔
محمد عرفان عارف

* مارچ کا نونہال بہت پسند آیا۔ مسعود احمد برکاتی صاحب کا "دو مسافر دو ملک" بہت اچھا ہوتا ہے۔ نونہال ادیب، تمام کہانیاں، تحفے، نظمیں، مسکراتے رہو تمام بہت ہی اچھے تھے۔

مارگریٹ جان، اسلام آباد

* جاگو جگاؤ رسالے کی جان ہے۔ یہ سلسلہ کبھی ختم نہ کریں اور نہ دو مسافر دو ملک ختم کریں۔ باقی کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں۔

اشتیاق احمد مغل، پوسٹ آفس سکھو

* اس دفعہ کا سرورق بے حد پسند آیا۔ جوں جوں آگے پڑھتے گئے دل خوشی سے لبریز ہوتا گیا۔ لطیفے بھی واقعی لطیفے تھے۔ اس مہینے کا نونہال اتنا بہترین اور معیاری تھا کہ سب تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ آپ مہربانی فرماکر مجھے صرف اتنا بتادیں کہ ہم صحت مند نونہال میں تصویر بلیک اینڈ وائٹ بھیجیں یا کہ رنگین۔ فیصل صغیر، کراچی

> جی ہاں، صحت مند نونہال میں بلیک اینڈ وہائٹ تصویریں ہی تو چھپتی ہیں، اور وہ بھی دس سال تک کے بچوں کی۔

* کہانیوں میں عارف پہ کیا گزری، درویش کی نصیحت، سنہرا اون بہت پسند آئیں۔ لطیفے بہت اچھے تھے۔ دو مسافر دو ملک اچھا سلسلہ جا رہا ہے اور جناب مسعود احمد برکاتی کی پہلی بات بہت اچھی تھی۔

افتخار احمد، بے بی فرح ناز، ٹنڈو آدم

* اگر آپ مارچ کے رسالے کی قیمت ۱۲ روپے بھی کرتے تو ہماری دل چسپی کے لیے یہ قیمت بھی کم تھی۔ حکیم محمد سعید کے جاگو جگاؤ کو رسالے کا دل کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ملک کریم بخش اعوان، دربند کالونی

* جاگو جگاؤ کا ایک ایک جملہ حقیقت اور اثر انگیز باتوں پر مشتمل تھا۔ واقعی ہمیں پاکستان کی بہت خدمت کرنی چاہیے۔ یہ ملک ہمیں بڑی جدوجہد کے بعد ملا ہے۔ اس بار کہانیوں میں سچائی کی قیمت، درویش کی نصیحت، اُداس بادشاہ بہترین تھیں۔ تحفے بھی اچھے تھے۔ مسکراتے رہو میں لطیفے اس بار پسند آئے۔ زہرا محمد یونس، امینہ محمد یونس، محمد عارف یونس، محمد منیر یونس، محمد امین یونس، محمد فیصل یونس، ناظم آباد۔

* آخر کہانیاں چھپنے میں اتنی دیر کیوں ہو جاتی ہے۔ نونہال میں ایک لڑکے کی ہمیشہ کہانیاں چھپتی ہیں۔ نام اُس کا علی اسد ہے۔ کیا وہ آپ کا رشتے دار ہے؟ میری کہانی اب تک نہیں چھپی۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ میری کہانی "لیاقت علی خان" جلد از جلد چھپوا دیں۔

محمد علی شیخ، نواب شاہ

> جناب علی اسد لڑکے نہیں، ماشاء اللہ ستر سال کے جوان ہیں اور بہت عمدہ لکھنے والے ہیں۔ رہا رشتے کا سوال، تو ہمدرد نونہال کا ہر دوست ہمارا رشتے دار ہے۔ تم کوئی اور اچھی سی کہانی لکھ کر بھیج دو۔

* مارچ کا شمارہ بہت خوب صورت تھا۔ تمام کہانیاں اور مضامین بہت پسند آئے۔ تحفے عمدہ تھے، مگر لطیفے خوب صورت نہ تھے۔

سید اعزاز علی شاہ طوردی، مردان

* نونہال میں پہلے کی نسبت اشتہارات کے صفحات بڑھ رہے ہیں، جب کہ کل صفحات ۱۱۲ ہی ہیں۔ فروری کے شمارے میں کُل تین صفحات اشتہارات کے ہیں۔ مارچ کے شمارے میں ۴ صفحات اشتہارات کے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اشتہارات سے نونہال کو فائدہ پہنچتا ہے، مگر آپ اگر اس کے صفحات بڑھا دیں تو ہمیں بھی کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ اطہر اقبال، کراچی

> اشتہارات تو ہر رسالے میں ہوتے ہیں اور ہمدرد نونہال تو سب سے سستا رسالہ ہے۔ اس پر خرچ بہت زیادہ ہوتا ہے اور آمدنی کم۔

* ہمدرد نونہال جس وقار سے چل رہا ہے وہ تو ہر کسی کو علم ہے، لیکن اس دفعہ درویش کی نصیحت، "دو مسافر دو ملک" اور "عارف پہ کیا گزری"، "پانار کا آدم خور" بہت ہی دل چسپ تھیں۔

نبی بخش گشکوری، مظفر گڑھ

* سچائی کی قیمت، درویش کی نصیحت، اُداس بادشاہ، عارف پہ کیا گزری یہ کہانیاں ہم سب گھر والوں کو بہت پسند آئیں۔

سید عبدالقدیم، کوئٹہ

* اس ماہ رسالے میں لطیفے، کہانیاں، اقوالِ زریں، جاگو جگاؤ، اخبارِ نونہال، معلوماتِ عامہ سب بہت اچھے تھے۔ خاص طور پر درویش کی نصیحت پسند آئی۔ ذاکر حسین انصاری، عابد حسین انصاری، حیدر آباد

* یقین کیجیے مارچ کا نونہال پڑھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ اتنا اچھا رسالہ میں نے آج تک نہیں پڑھا۔ آپ نہ جانے کب سے یہ رسالہ نکال رہے ہیں، لیکن ہمیں تو ابھی پتا چلا ہے۔ گھر میں سب بہن بھائیوں کو بہت پسند آیا۔ کارٹون اور لطیفے بھی اچھے چٹپٹے تھے۔ ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ "سچائی کی قیمت" اس میں تھوڑی بہت ردّو بدل کی گئی ہے باقی یہ کہانی آٹھویں جماعت میں موجود ہے۔ "ہمدرد انسائکلو پیڈیا" اور "طِب کی روشنی" سے ہم بہت سی معلومات حاصل کرتے ہیں۔ میں جہاز کی تصویر بناکر بھیج رہا ہوں۔

ظفر فاروقی، کراچی

> پنسل سے بنی ہوئی تصویر شائع نہیں ہو سکتی۔ کالی روشنائی سے تصویر بنایا کیجیے۔

* ہمدرد نونہال کو میں کافی عرصے سے پڑھتا آرہا ہوں۔ بچّوں کا بہت دل چسپ رسالہ ہے۔ اگر آپ سائنسی ایجادات سے متعلق مضامین کا سلسلہ شروع کر دیں تو اس رسالے کو چار چاند لگ جائیں گے۔

محمد صالح، سکھر سندھ

* مارچ کا شمارہ پڑھا بہت پسند آیا۔ مارچ کے شمارے میں محمد خالد رانا کا خط شائع ہوا تھا آپ نے اس کے جواب میں کہا کہ "اے خدا تُو ہمیں تہذیب سکھا دے۔" یہ الفاظ اس کے جواب میں کیوں کہے گئے ہیں؟

سعید احمد شاہین، پسیلان

> یہ دُعا اس لیے کی ہے کہ ہم میں تہذیب کی کمی ہے۔

* میں نونہال کے بارے میں یہ کہوں گا کہ یہ واحد رسالہ ہے جس میں مجھے سائنسی معلومات، دل چسپ مضامین، چٹکلے، صحتِ عامہ اور سب کچھ ملتا ہے۔ میں اسے بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔

عمران الٰہی، کراچی

* انوکھے کھیل، دل چسپ معلومات، خوب صورت تحریر تھی۔ بے حد پسند آئی۔ نظموں میں اپنا پاکستان لاجواب رہا۔ کارٹون بالکل بکواس اور پرانے ہوتے ہیں۔ لطیفوں کا معیار بھی غیر دل چسپ رہا۔ سنہری اون اور درویش کی نصیحت اچھی کہانیاں تھیں۔

چاند سلطانہ عروج، کراچی

* مارچ کا نونہال بے حد پسند آیا۔ اپنا پاکستان (نظم) بے حد پسند آئی، لیکن سعید خالق کی ارسال کردہ حمد بر صفحہ نمبر ۸۳ نماز حوالہ نمبر ۱۲/ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی سے نقل کی گئی ہے۔

ضیاء المحسن، چیچہ وطنی

> اب سعید خالق ایک سال تک شائع نہیں ہوں گے۔

* ہمدرد نونہال بڑے اشتیاق سے پڑھتا ہوں۔ یہ رسالہ میرا دِل پسند ہے۔ پیارے نونہال کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس رسالے میں مزے دار کہانیاں، معلومات، سوال و جواب، لطیفے، نونہال مصوّر، نونہال بچّوں کی تصاویر وغیرہ وغیرہ ہوتے ہیں۔

محمد موسیٰ راغب بلوچ، مکران

* مارچ کا نونہال بہت دل چسپ تھا۔ کہانیوں میں اُداس بادشاہ، درویش کی نصیحت، سنہرا اون اور پانار کا آدم خور بہت ہی پسند آئیں۔ تحفے پسند آئے، لیکن لطیفے گھسے پٹے تھے۔ نونہال میں کوئی چیز چھپنے کے لیے بھیجی جائے تو اس میں خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟

سید مشتاق احمد شاہ، گوٹھ عبدالرحیم کنرانی

> خریداری نمبر بھی لکھ دیں تو اچھا ہے، لیکن ہر نونہال کو ہر خط اور ہر تحریر پر اپنا پتا ضرور لکھنا چاہیے۔

* جاگو جگاؤ سبق آموز تھا۔ پہلی بات پڑھ کر آپ کی محنت کا اندازہ ہوا۔ "محترم حکیم محمد سعید" نے آوازِ اخلاق کے نام سے جو تحریک شروع کی ہے ہماری دُعا ہے خدا انھیں اپنے مقصد میں کام یابی عطا فرمائے۔ ہم بھی عملی طور پر محترم حکیم محمد سعید کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔

منور سلطانہ، کراچی

* ٹائیٹل بہت ہی خوب صورت تھا، خاص طور پر خیال کے پھول، جاگو جگاؤ اور تحفے جیسی مفید باتیں تو اپنی مثال آپ تھیں۔ اسی وجہ سے نونہال روز بہ روز بہتر ہوتا جا رہا ہے اور بچّوں کے بھی معیار کے مطابق ہے۔ جب گھر میں آتا ہے تو تمام لوگ اسے پڑھتے ہیں۔

زوبیہ امجد، اسلام آباد

* سرِورق کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ سنہرا اون کہانی پڑھی اچھی تھی۔ آوازِ اخلاق کی جو حکیم محمد سعید نے تحریک شروع کی ہے، قابلِ تعریف ہے۔ "عارف پہ کیا گزری" کہانی کو آپ بہت لمبا کر رہے ہیں، لیکن اس کہانی کا مزا ایسا ہے جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

اسد اللّٰہ، ولایت علی، مہدی علی، کراچی

* میں آپ کے خوب صورت رسالے میں پہلی دفعہ شریک ہو رہی ہوں۔ امید ہے کہ مایوسی نہ ہو گی۔ مارچ کا شمارہ بہت پسند آیا۔
عفت جہاں، کراچی

* میں نونہال رسالے کی عرصہ تین سال سے قاری ہوں اور اس کو بہت پسند کرتی ہوں۔
ثمینہ ڈار، گوجرانوالہ

* مارچ کا ہمدرد نونہال بہت دل چسپ ہے۔ نظموں میں اللہ کی قدرت، ماں اور اپنا پاکستان پسند آئیں۔ جاگو جگاؤ اس دنیا کی کشاکشی میں مجھ سے لوگوں کے لیے خزینے سے کم نہیں، دیگر سلسلے مجھے بے حد پسند ہیں۔ "عارف پہ کیا گزری" کو خواہ مخواہ طول دی جا رہی ہے۔ الوکھے کھیل بے حد پسند آئی۔ کیا آپ معلومات عامہ کے سلسلے کو انعامی نہیں کر سکتے؟ کہانیاں اُداس بادشاہ کے علاوہ سب اچھی تھیں۔
محمد شاہد اقبال صدیقی، کراچی

* ہمدرد نونہال ہر ماہ باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ جناب حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ بڑے شوق سے پڑھتا ہوں، بڑا ہی سبق آموز تھا۔ لطیفے بھی معیاری تھے۔ اُداس بادشاہ کے شعر بہت اچھے تھے۔ ہمدرد انسائکلو پیڈیا میں سوال بہت اچھے تھے۔ دو مسافر دو ملک کا کالم بہت اچھا ہے۔
ریاست علی، حیدر آباد

* جب سے ہم نے آنکھ کھولی نونہال کو اپنے گھر ہر ماہ پابندی سے موجود پایا اور اب جب کہ میں دسویں جماعت میں ہوں اُسی پہلے کے سے ذوق و شوق کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتی ہوں۔ مجھے نونہال بے حد پسند ہے۔ اس کی تمام تحریریں اچھی ہوتی ہیں۔
صفیہ بدر، کراچی

* ہمدرد نونہال علم کے سمندر کی مانند ہے کہ جس کا ہر موتی اپنی خیرہ کُن چمک دمک سے دوسروں کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے۔ ایک آٹھ سالہ بچّہ پڑھے یا اسّی سالہ بوڑھا سب کو یکساں متاثر کرتا ہے۔ کارآمد، مفید اور بہترین طبّی مشوروں کے ساتھ طب کی روشنی بہت اچھا سلسلہ ہے۔ حکیم محمد سعید صاحب کا جاگو جگاؤ سبق آموز ہے۔ عارف پہ کیا گزری دل چسپ ہے۔ تحفے، نونہال ادیب اور بزم بہت بہترین ہیں۔
محمد اظہر شاہ عابد، لودھراں

* سرورق بہت اچھا ہے۔ جاگو جگاؤ بھی بڑا اچھا ہے۔ کہانیوں میں سچائی کی قیمت اور درویش کی نصیحت بہت اچھی تھیں۔ الوکھے کھیل دل چسپ تھا۔ لطیفے اس دفعہ کافی معیاری تھے غرض تمام رسالہ بہت اچھا ہے۔
محمد سجاد اشرف، لاہور

* ہمدرد نونہال پاکستان کا سب سے بہترین رسالہ ہے۔ اس کی تمام چیزیں معیاری ہیں۔ مجھے جاگو جگاؤ اور خیال کے پھول اتنے پسند آئے کہ ان کی تعریف کرنا مشکل ہے۔
غزالہ شاہین، کراچی

* ہم نے مارچ کا نونہال پڑھا بہت پسند آیا۔ ہم سب گھر والے اسے بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔
آصف بشیر اور بینا بشیر، کراچی

* آپ کا رسالہ نونہال باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا مشغلہ معلوماتِ عامہ جمع کرنا ہے اور نونہال میں بہت سی معلومات ہوتی ہیں۔
غلام مرتضیٰ قادری، وزیر آباد

* عارف پہ کیا گزری، لطیفے، ہمدرد انسائکلو پیڈیا، جاگو جگاؤ غرض تمام چیزیں قابلِ تعریف تھیں۔
سید خالد شاہ، ژوب

* عارف پہ کیا گزری بہت اچھی سیریز ہے۔ نونہال ادیب میں تضادِ فعل و عمل، انصاف پسند دوست، اور قربانی بہت پسند آئیں۔ نظمیں، تحفے اور لطیفے بہت اچھے تھے۔
حسان خان، کاشف رضا خان، جامشورو کالونی

* مارچ ۸۴ء کا شمارہ بے حد پسند آیا۔
عمردراز خان خٹک، صغراں شاہ، راجا زاہد حسین، ٹنڈو محمد خان

* کہانیوں میں سچائی کی قیمت، اداس بادشاہ اور عارف پہ کیا گزری پسند آئیں۔ نظموں میں اللہ کی قدرت اور اپنا پاکستان پسند آئیں۔ نونہال ادیب میں محنت کی برکتیں اور آنگن کی چڑیا پسند آئیں۔ نونہال ادیب کی تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ آوازِ اخلاق پسند آیا۔
سمیرا انجم خان، جامشورو کالونی

* کہانیوں میں درویش کی نصیحت، سنہرا دن، پانار کا آدم خور، سلسلے وار کہانی "عارف پہ کیا گزری" اور جناب معراج کی کہانی "اُداس بادشاہ" اچھی تھیں۔
محمد فاروق احمد، کراچی

* نونہال ادیب میں سیمیں رُخ کی لکھی ہوئی شبنم بہت پسند آئی۔ ہنسو ہنساؤ میں دو تین ایسے لطیفے تھے جو بارہا سُنے تھے۔
شکیل احمد، کراچی

* کہانیوں میں سنہرا اون، درویش کی نصیحت بہت ہی دل چسپ رہے۔ تحفے اور لطیفے حسبِ معمول اچھے تھے۔ حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ بے حد پسند آیا۔ سرفراز صاحب خان، پسنی مکران

* خاص طور پر "عارف پہ کیا گزری" مہروز اقبال صاحب کی کہانی بڑی پسند آئی۔ لطیفے وغیرہ بھی اچھے تھے۔

تنویر احمد صدیقی، کراچی

* مارچ کا نونہال سرورق کے لحاظ سے بہترین تھا۔ "دو مسافر دو ملک" کی کتنی اقساط ہیں؟ جب یہ سلسلہ ختم ہو گا تب کوئی نیا سفرنامہ شروع ہو گا؟ نونہال کا خاص نمبر کیا ہر سال شائع ہوا کرے گا۔ اگر حکیم محمد سعید کو براہِ راست خط لکھنا ہو تو کیا پتا لکھنا ہو گا؟
طیب رشید، لاہور

حکیم صاحب کا نام اور کراچی لکھنا کافی ہے۔

* میں ہمدرد نونہال کا بہت پرانا قاری ہوں اور اسے ہر ماہ بڑے شوق سے خریدتا اور پڑھتا ہوں۔ اس کی تحریریں نہایت شگفتہ اور شائستہ ہوتی ہیں۔ محمد احمد نعمان، اٹک سٹی

* مارچ کا شمارہ پڑھا دل خوش ہو گیا۔ مجھے آپ سے دو باتیں پوچھنی ہیں۔ (۱) کیا ہم جناب مشتاق کی طرح کارٹون بنا کر بھیج سکتے ہیں۔ اگر وہ اچھا ہوا تو آپ شعاع کر دیں گے۔ (۲) کیا نونہال کے سرورق پر صرف فوٹو سے کھینچی ہوئی تصویریں شعاع ہوتی ہیں یا ہاتھ سے بنی ہوئی رنگین تصویریں بھی سرورق پر شعاع ہو سکتی ہیں۔ افراز القریش، کراچی

میری رائے یہ ہے کہ آپ کارٹون اور تصویر کے چکر میں پڑنے سے پہلے ذرا اپنی پڑھائی پر توجہ دے لیں تاکہ شائع کو شعاع نہ لکھیں۔

* مارچ کا چمکتا دمکتا پُرخلوص نونہال آیا اور دل میں نئی اُمنگ پیدا ہوئی۔ تمام رسالہ اپنی جگہ بہترین تھا۔ خاص طور پر حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ بہت ہی پسند آیا۔ یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ "تحریکِ اخلاق" کو شروع کر رہے ہیں۔ اللہ ہم سب کی اس کام میں مدد فرمائے۔ آمین۔ "آوازِ اخلاق" بہترین تحریک ہے۔
ظہیر حسن، لاہور

* مارچ کا نونہال پڑھا۔ سرورق پر اگر تصویر باغ کی نسبت سے بنائی جاتی تو زیادہ اچھی لگتی پھر بھی دیکھنے میں بھلی لگتی تھی، کہانیوں میں سچائی کی قیمت، اداس بادشاہ، دو مسافر دو ملک، عارف پہ کیا گزری پسند آئیں۔ چند لطیفوں کے سوا باقی لطیفے بہت ہی پرانے تھے۔ محمد جمیل قریشی، ڈگری

* مارچ کا نونہال مجموعی طور پر پسند آیا خاص طور سے "خیال کے پھول" ندیم عارفی صاحب کی کہانی "درویش کی نصیحت" مناظر صدیقی صاحب کی کہانی "سنہرا اُون" پسند آئی۔
پرویز احمد، کراچی

* مجھے نونہال ادیب کے کالم میں رخسانہ مطلوب صاحبہ کا مضمون "وطن کے لیے" بہت پسند آیا۔ انیسہ سردار اعوان، کراچی

* خاص کر سچائی کی قیمت، طب کی روشنی میں، دو مسافر دو ملک نے متاثر کیا۔ اگر ہمدرد نونہال میں انگریزی مہینے کے نام کے بجائے اسلامی مہینہ درج کیا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔
محمد یونس تبسم، جیکب آباد

ہم پہلے اسلامی مہینہ لکھتے ہیں پھر عیسوی مہینہ۔

* حکیم محمد سعید کا نصیحتوں سے بھرا جاگو جگاؤ پڑھ کر دل کو ٹھنڈک پہنچی اور اللہ کی قدرت، خیال کے پھول، سچائی کی قیمت الو کھے کھیل، دل چسپ معلومات، اپنا پاکستان، درویش کی نصیحت، اداس بادشاہ کہانی پسند آئی۔ محمد عیسیٰ خاں، رحیم یار خاں

* کہانی کا سلسلہ عارف پہ کیا گزری اچھی جا رہی ہے۔ میں ہمدرد نونہال کے لیے چند تجاویز پیش کر رہا ہوں۔ (۱) ہمدرد نونہال کے صفحات ۱۵۰ کر دیں۔ (۲) ہمدرد نونہال کے تمام صفحات رنگین کر دیں۔ (۳) ہمدرد نونہال کے صفحات بہت پتلے ہوتے ہیں انھیں موٹا کر دیں۔ شکیل اختر چھیپا، ٹنڈو محمد خان

واہ وا، سبحان اللہ شکیل میاں! کیا مزے دار تجاویز ہیں، مگر ان پر عمل کرنا لاکھوں رُپے کا خرچ بڑھانا ہے۔

* فروری میں آپ نے میرا خط شائع کیا، لیکن آپ نے میرا نام پورے سے ہی غائب کر دیا اور لکھ دیا نام نامعلوم، میاں چنوں۔ شاید آپ کو میرے نام کی سمجھ نہیں آئی ہیں کلاس ہفتم کی ایک ذہین طالبہ ہوں اور خدا کے فضل و کرم سے ہر سال فرسٹ ڈویژن میں کام یاب ہوتی ہوں۔
شیخ زبیدہ صدیق زیبی میاں چنوں

لو بھئی، اب تو پورا نام شائع ہو گیا ذہین طالبہ۔

* خاص طور پر نظم "ماں" ازحد پسند آئی۔ ایسا لگا جیسے شاعر نے میرے جذبات کی ترجمانی کی ہے، کیوں کہ میں بھی سایۂ مادر سے محروم ہوں۔ اتنی خوب صورت نظم پر جناب طاہر احمر کو مبارک باد اور آپ نے مارچ کے اہم واقعات (نونہال ادیب) میں قرارداد پاکستان کے منظور ہونے کی تاریخ ۲۴۔ مارچ ۱۹۴۰ء تحریر فرمائی ہے جب کہ صحیح تاریخ ۲۳۔ مارچ ۱۹۴۰ء ہے، ہمدرد انسائیکلوپیڈیا معلومات کا خزانہ ہے۔ دو مسافر دو ملک پڑھ کر ابن بطوطہ اور الشاجی کے سفرنامے یاد آتے ہیں۔ لیاقت علی ناگوری، میرپور خاص

صحیح تاریخ ۲۳۔ مارچ ۱۹۴۰ء ہی ہے۔ غلطی ہو گئی۔ آپ کے توجہ دلانے کا شکریہ۔

* آج مجھے میرا رسالہ نونہال ملا۔ دل بہت خوش ہوا اور اسی خوشی میں آج میرا پیپر بہت اچھا ہوا۔ اپنا نام دیکھ کر پھولا نہ سمایا۔ اگر میں کوئی خوب صورت تصویر بھیجوں تو کیا آپ اسے سرورق بنا لیں گے؟ عامر جاوید، خان پور

سرورق کے لیے جیسی تصویر درکار ہوتی ہے وہ بہت مشکل سے بنتی ہے۔

* ٹائٹل بہت پسند آیا۔ کہانیاں تمام اچھی تھیں۔ کیا آپ اس سال بھی "خاص نمبر" نکالیں گے؟ سید علی محمود، نئی کراچی

ان شاء اللہ خاص نمبر ضرور نکالیں گے۔ اب آپ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ بس پیسے جمع کرتے رہیے۔

* نونہال روز بہ روز ترقی کرتا جا رہا ہے۔ کیا آپ نے کوئی جادو کر دیا ہے؟ علی محمد

* میں نے پہلی دفعہ رسالہ پڑھا بے حد پسند آیا۔ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ محبوب عالم شاہین عرف لالا، ہارون آباد

* عارف پہ کیا گزری، سنہرا ادن کہانیاں پسند آئیں۔ دو مسافر دو ملک کافی معلوماتی سلسلہ ہے۔ عمار فاروق، جھنگ

* سچائی کی قیمت کافی سبق آموز تھی۔ درویش کی نصیحت، سنہرا ادن، اداس بادشاہ بے حد پسند آئیں۔ محمد خالد رانا، کراچی

ان نونہالوں کے نام جنھوں نے بہت اچھے خط لکھے، مگر جگہ کی کمی کے باعث اُن کے صرف نام دیے جا رہے ہیں۔

کراچی: عمران احمد خاں، تسلیم احمد، شیر بہادر رشید خان، ارسلا خان، فاطمہ حیات، صوفیہ شفیق، خالد مجید مغل، منصور علی، مجتبیٰ علی خان، ساجدہ مختار، مہ جبین فاطمہ، محمد یحییٰ عاصم، محمد یونس حسین، عظیم احمد، محمد ادریس قمر، آفتاب عزیز، کنیز فاطمہ، محمد ابراہیم، سید فیصل محی الدین فہر، عمران منشاء اللہ، صابر حسین، ثروت فخر، عائشہ ناز، سلطانہ ناز، اظفر رحمان، سید عمران، شبانہ ناز، ثاقب، راجا عبدالمعنی بٹ، ایم شکیل عمران، فوزیہ جیلانی قریشی، محمد عارف ہارون، ہمایوں ذکی، شگفتہ بدر، محمد فرقان، ظہور الدین ذکا، عاشق حسین، اختر حسین، ملک نعیم احمد اعوان، ام رحیم، حیدر علی اکبر علی، مروارید فاطمہ، وقار علی۔ مقام نامعلوم: حبیب اللہ، شازیہ پروین، محمد عارف قمر، عبدالقادر خرم عبدالحئی۔

حیدر آباد: پروین ظفر، حافظ احمد ولی اللہ ارباب، فاروق عادل ملکانی۔ نواب شاہ: محمد اقبال خالدی، فراز مسعود۔ راول پنڈی: جمشید احمد۔ ڈیرہ غازی خاں: اعجاز احمد سجاد۔ جہانیہ: بشریٰ نورین۔ گھلابٹ ٹاؤن: نور محمد اعوان۔ ہزارہ: حبیب الرحمن، محمد مبشر اقبال پوار۔ ٹنڈو آدم: ندیم اختر منظور حسین۔ ملتان: سعیدہ خانم۔ شادی پلی: طارق محمد بھٹی واپاری۔ ٹھٹھہ: شاہ رخ حبیب، ماہ رخ حبیب، شگفتہ حبیب، حافظ مختار احمد۔ اسلام آباد: سید معین الدین، غلام مصطفےٰ۔ لاڑکانہ: تسنیم جعفری۔ سرگودھا: خواجہ انوار احمد خان۔ بہاول نگر: پرنس افضل شاہین۔ نوشہرہ: احمد شیر۔ ٹنڈو محمد خان: محمد جمیل احمد اعوان۔ سکھر: محمد پرویز عالم رضا۔ نواب شاہ: شاہد ایوب خان۔

معلومات عامّہ ۲۱۵ کے صحیح جوابات

ہمدرد نونہال کی مقبولیت میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا جارہا ہے معلوماتِ عامّہ کے جوابات اور تصویریں بھیجنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔ ہم سے بعض نونہالوں نے شکایت کی ہے کہ ہماری تصویریں کیوں شائع نہیں کی گئیں، جب کہ ہمارے تمام جوابات درست تھے۔ بات یہ ہے جن کی عمر اچھی ہوگئی ہے یا وہ اپنی عمدہ صحت کی وجہ سے ماشاءاللہ جوان معلوم ہوتے ہیں ان کی تصویریں نونہالوں کے ساتھ کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ اس لیے ہم ذرا تامّل کرتے ہیں۔ ویسے بھی اصل چیز تو نام ہے۔ نام بہت بڑا انعام۔ معلوماتِ عامّہ ۲۱۵ کے صحیح جوابات یہ ہیں۔

۱۔ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام نامی احمدؐ بھی ہے۔ لفظ احمد قرآن شریف میں ایک مرتبہ آیا ہے۔

۲۔ تحریکِ پاکستان کے رہنما مولانا حسرت موہانی ہمیشہ ریل کے تیسرے درجے میں سفر کرتے تھے۔ ہر سال جہاز راں کمپنیاں انھیں حج کے لیے درجۂ اوّل کا ٹکٹ دیتی تھیں، لیکن وہ ہمیشہ عرشے پر سفر کرتے تھے۔

۳۔ برِاعظم افریقہ میں سب سے زیادہ ہاتھی پائے جاتے ہیں۔

۴۔ انگریزی میں سب سے زیادہ حروفِ تہجّی عیسوی مہینے SEPTEMBER (ستمبر) میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس لفظ میں نو حروف ہیں۔

۵۔ ٹیلی فون کے موجد گراہم بیل نے ۱۸۷۶ء میں ٹیلی فون ایجاد کیا تھا۔

۶۔ رقبہ کے لحاظ سے صوبہ سندھ کا سب سے بڑا ضلع تھرپارکر ہے۔

۷۔ باورچی خانے میں ایک دوسالہ بچّی کا ہاتھ توے پر پڑ گیا، لیکن ہاتھ جلا نہیں، کیوں کہ توا ٹھنڈا تھا۔

۸۔ سو رُپے کے ایسے چار حصّے کہ دوسرا حصّہ پہلے سے دُگنا، تیسرا تگنا اور چوتھا چوگنا ہو یہ ہیں۔ دس، بیس، تیس، چالیس۔

۹۔ کافی کے استعمال سے نبض کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔

۱۰۔ صوبۂ سندھ کے شہر لاڑکانہ کے امرود مشہور ہیں۔

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی

سید عظمت علی

سلیم انور عباسی

اسد حسین رضا

سید آصف مصطفیٰ

سید تاج الدین قادری

حیدر آباد

عروج فاطمہ

سید رضا حیدر زیدی

سید محمد عامر جعفری

سید علی عمران جعفری

سیدہ عنبرین فاطمہ

مختلف شہروں سے

محمد شاہد، میرپور خاص

عبدالرزاق محمد اسمٰعیل، ٹنڈو آدم

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کی تصاویر

آصف علی رانا، کراچی

محمد اسلم، میرپور خاص

نو صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی

محمد عارف اقبال انصاری

طیبہ رشید

سید منصو علی

ظفر احمد خاں

وسیم انوار

فرید الرحمٰن قریشی

زہرا محمد یونس

آفتاب احمد خاں

سید حسنین حیدر

محمد معاویہ چوہان

ثمینہ نوشین

محمد شاہد اقبال

احسان احمد انصاری

عرفان احمد انصاری

بینا افضل قریشی

عاصم یحییٰ صدیقی

طٰہٰ بن جنید

سعدیہ یحییٰ صدیقی

عالیہ یحییٰ صدیقی

سکھر

محمد صالح

جنید مبارک آرائیں

شفاء الحسن انصاری

ذیشان ارشاد

اویس مبارک آرائیں

عاجز عبدالرحمٰن رند، سانگھڑ

حیدر آباد

حمیرا شائق

سید اکبر علی زیدی

سید مشتاق شیرازی

نواب شاہ

قرۃ العین "عین"

محمد اقبال خالدی

محمد امین سیف الملوک، سانگھڑ

طاہر گلزار، کوئٹہ

لحمیات (پروٹینز) کے وجود سے روئے زمین پر حیات ممکن ہوئی!

حیاتِ انسانی اور صحتِ جسمانی کے لئے لحمیات (پروٹینز) خوراک کا ناگزیر حصہ ہیں۔ انسان کی انفرادیت وشخصیت اور اعمال و وظائف کی تکمیل اور خیالات کی توانائی لحمیات کے بغیر ممکن نہیں۔ لحمینا چنیدہ جڑی بوٹیوں، پروٹینز، کاربوہائیڈریٹس اور دیگر غذائی اجزا کا ایک متوازن مرکب ہے۔

روزانہ کے تھکا دینے والے کام جب جسم انسانی کے کل پرزوں کو کمزور کردیتے ہیں، تو وہ صرف پروٹینز سے دوبارہ نشوونما حاصل کرتے ہیں۔

لحمینا بجا طور پر جسم انسانی کے لئے ایک مفید اور قابلِ اعتماد غذائی معاون ہے۔

لحمینا کا روزمرہ باقاعدگی سے استعمال جسم انسانی کی نشوونما کو برقرار رکھتا ہے اور جسم میں توانائی پیدا کرتا ہے۔

خاندان کے ہر فرد کے لئے ایک مکمل غذائی ٹانک

لحمینا — برائے اسٹیمنا

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

آواز اخلاق

احسان کا بدلہ نہ ادا کرسکو تو شکریہ ادا کرو۔

Adarts LM-1/81

ہمدرد
نونہال
مئی ۱۹۸۴ء
رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۹۰۳